آداب واخلاق

(تفسیر سورہ حجرات)

مُفَسِّر

آیت اللہ محسن قرائتی(دام برکاتہ)

ترجمہ

سید نسیم حیدر زیدی

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

فہرست

انتساب 10

مقدمہ 11

عرض مترجم 13

سورۂ حجرات کا مختصر تعارف 15

نکات: 17

آیت نمبر 1 18

نکات: 18

پیغامات: 19

رسول خدا ﷺ سبقت اور پیش قدمی کی چند مثالیں: 21

رسول خدا ﷺ پیچھے رہ جانے اور مخالفت کی چند مثالیں: 24

تقویٰ اور پرہیز گاری کے بارے میں ایک بحث: 26

تقویٰ میں مؤثر عوامل: 27

کیا تقویٰ محدودیت ہے؟ 28

بدحجابی یا بے حجابی مندرجہ ذیل مسائل کو ایجاد کرتی ہے۔ 29

آیت نمبر 2 31

نکات: 31

پیغامات: 34

مقام نبوت ہمارے لیے مسئولیت آور ہے۔..34
نمونے:..35
اسلامی مقدسات:...36
مقدسات:..37
اولیاء الٰہی کا احترام:...41
اعمال کا حبط اور ضائع ہونا:...43
حبط اعمال روایات کی روشنی میں:..44
آیت نمبر 3...49
نکات:..49
پیغامات:..50
گفتگو کے آداب:...51
عمل کے چند نمونے:..53
اجر ،راوندی کا امتیاز:..54
آیت نمبر 5اور 5 56
نکات:..56
پیغامات:..57
آیت نمبر 6...60
نکات:..60
پیغامات:..61

فسق کیا ہے اور فاسق کون ہے؟..63
فاسق رابطہ رکھنا:..66
"تحقیق" معاشرتی بیماریوں کا لاج:..66
ایک نادر اور تلخ واقعہ:...67
دِقّت اور احتیاط کام کرنا..68
اسلام میں خبر کی اہمیت..69
تحقیق کا طریقہ کار...71
جھوٹ:..74
آیت نمبر 7 اور 8..76
نکات:..76
پیغامات:..79
ایمان اور علم کا تعلق:..82
آیت نمبر 9..83
نکات:..83
پیغامات:..84
نمونے:..88
عدالت:...89
مکتب انبیاء میں عدالت کی اہمیت...91

اعتقادی اور فطری عدالت کا زمینہ..92
عدل کی وسعت: 93
نمونے: 95
آیت نمبر 10..98
پیغامات:..99
اخوت و برادری:..100
برادری کے حقوق: 104
بہترین بھائی: 106
صلح و آشتی قرآن کی روشنی میں:..106
صلح آشتی کی اہمیت: 107
صلح و آشتی کے موانع:..109
قرآن میں نزول رحمت کے چند عوامل:...110
روایات میں نزول رحمت کے عوامل: 111
آیت نمبر 11...113
نکات:...113
پیغامات:...114

دوسروں کا مذاق اڑانا اور استہزاء کرنا: 116
مذاق اڑانے کی وجوہات: 116
نا چاہتے ہوئے تحقیر کرنا: 118
تمسخر اور مذاق اڑانے کے مراتب: 119
مذاق اڑانے کا انجام: 119
یاد داشت: 120
آیت نمبر 12 122
نکات: 122
پیغامات: 124
سوء ظن کی اقسام: 126
غیبت کسے کہتے ہیں؟ 129
غیبت روایات کی روشنی میں: 130
غیبت کا ازالہ: 132
وہ مقامات جہاں غیبت کرنا جائز ہے: 133
غیبت کے خطرات: 134
غیبت کی اقسام: 135
غیبت کے آثار: 136
(الف) اخلاقی اور اجتماعی آثار۔ 136

(ب)اُخروی آثار۔........ 137

غیبت کی وجوہات:........ 137

غیبت سننا:........ 139

غیبت ترک کرنے کے طریقے:........ 140

یاد آوری:........ 140

آیت نمبر 13........ 142

نکات:........ 142

پیغامات:........ 143

آیت نمبر 15........ 144

نکات:........ 144

پیغامات:........ 145

اسلام اور ایمان میں فرق:........ 146

1۔ گہرائی کا فرق۔........ 146

2۔ محرک میں فرق:........ 146

3-عمل میں فرق:........ 146

5۔ اجتماعی اور سیاسی مسائل میں فرق:........ 147

5۔ رتبہ میں فرق:........ 147

آیت نمبر 15........ 148

پیغامات: 148

بخیل اور بزدل کا ایمان حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ 149

حقیقی مومن کی پہچان: 149

ایمان میں استقامت و پائیداری: 152

ایمان میں استقامت اور پائیداری کے عوامل: 153

آیت نمبر 16 154

نکات: 154

پیغامات: 155

آیت نمبر 17 156

نکات: 156

پیغامات: 157

آیت نمبر 18 158

پیغامات: 158

انتساب

میں اپنی اس ناچیز خدمت کو قرآن کے سب سے پہلے مفسر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ اور ان کے پاک و پاکیزہ اہل بیت ؑ کی خدمت اقدس میںپیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

نسیم حیدر زیدی

مقدمہ

الحمد للّٰہ ربّ العٰالمین و صلّی اللّٰہ علی سیّدنا ونبیّنا محمّد و اھل بیتہ الطاھرین

ایک رف نی نسل کا قرآن کی رف رحجان اور دوسری رف قرآن کی تفسیر سے آگاہی کی ضرورت نے لوگوں کی بڑی تعداد کو تفسیر قرآن کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے جیسا کہ مکمل قرآن کی تفسیر کو خریدنے کیلیے ایک اچھی خاصی رقم درکار ہوتی ہے اور پھر اس کے مطالعہ کے لیے بھی کافی حوصلہ چاہیے۔ بعض اکابرین نے قرآن کے کچھ حصوں کی الگ سے تفسیر کی ہے۔ میں نے بھی تفسیر نور (جو انشاء اللہ بارہ جلدوں میں پیش کی جائے گی) کے علاوہ قرآن سے لگاؤ رکھنے والے افراد کی دسترس کیلیے ضروری سمجھا کہ بعض سوروں کی الگ سے تفسیر پیش کی جائے تاکہ کم ازکم وہ افراد جو مکمل تفسیر کے مطالعہ سے محروم ہیں اس کے کچھ حصے کا ہی مطالعہ کرسکیں۔

زا ان سلے میں تفسیر سور یو "یو قرآن" کے نام سے جیبی سا میں الگ سے چھپ چکی ہے اور اب سور حجرات جو اس سلے کی دوسری کڑی ہے لوگوں کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

اس توفیق اہی پر اللہ تعالی کا شکر گ ار ہوں، اور اپنے مددگار حجج الاسلام، جناب کلباں و جناب مشیری اور جناب جعفری۔ صاحبان کا بھی شکر گ ار ہوں جنہوں نے اس تفسیر کی تخلیق میں کافی وقت صرف کیا۔

جیسا کہ زمین کا جو حصہ بھی روشن و عیاں ہے وہ سورج کے طفیل ہے اور وہ جگہ جو تاریک ہے خود زمین کی وجہ سے ہے، بالکل ا ن رح میری اس کتاب مینجہاں بھی روشنی ہے وہ قرآن ، انبیاء ، اوصیاء ، شہ راء اور علماء کی ہدایت و رہنمائی کے طفیل ہے اور جہاں ابہام، تاریکی، نقائص اور کمی بیشی ہے اسے میری فکر کا نتیجہ سمجھے گا۔

آخر میناللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں خدایا! قرآن کو ہماری فکر، بیان، عمل، قلب، قبر، قیامت، سیاست، اقتصاد، اجتماع، نسل، عزت و ناموس اور تاریخ کا نور قرار دے۔

"محسن قرآتی"

عرض مترجم

سورہ حجرات کا موضوع ؐ لمانوں کو ان آداب کی تعلیم دیتا ہے جو صاحبان ایمان کی شایان شان ہیں ۔ابتدائی پانچ آیتوں میں ان کو وہ ادب سکھایاگیا ہے جو انھیں اللہ تعالی اور ان کے رسول کے ّ لے میں ٌ وظ رکھنا چاہیے ۔ پھر یہ رایت دی ی ہے کہ ر خبر پر یقین کر لینا ارع اس پر کوئی کاروائی کر زرنا مناسب ٔ یں ہے اگر سی شخص یا گروہ یا قوم کے خلاف کوئی اطلاع ملے تو غور سے دیکھنا چاہیے کہ خبر ملنے کا ذریعہ قابل اعتماد ہے یا ٔ یں ،قابل اعتماد ۔ ہو تو اس پر کاروائی کرنے سے پہلے تحقیق کر ینی چاہیے کہ خبر صحیح ہے یا ٔ یں۔

پھر ؐ لمانوں کو ان برائیوں سے بچنے کی تاکید کی ی ہے جو اجتماعی زندگی میں فساد برپا کرتی ہے اورجنکی وجہ سے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔اس کے بعد ان قومی اور ٔ لی امتیازات پر ضرب لگائی ی ہے جو دنیا میں عالم گیر فسادات کے موجب بنتے ہیں ۔آخر میں لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اصل چیز ایمان کا زبانی دعوی ٔ یں بلکہ سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول کو ماننا ،عملا فرمانبردار اور مطیع بن کر رہنا اور خلوص کے ساتھ اللہ کی راہ میں اپنی جان ومال کی قربانی پیش کردینا ہے ۔

یوں تو قرآن کی تفسیر کے ّ لے میں انتہائی قابل قدر کام ہوا اور ؐ سل ہو رہا ہے لیکن دور حاضر میں ایران کے مشہور عالم دین اور مفسر قرآن آیت اللہ الحاج شیخ محسن

قراتی (دام برکاتہ) کا انداز اپنی مثال آپ ہے جنھوں نے اس سورہ کی تفسیر انتہائی سادہ، شیریں اور دلکش انداز میں کی ہے۔ جس کی اہمیت وضرورت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اردودان حضرات کے لے حقیر نے اسے ادارہ التنزیل ،، کی فرمائش پر اردو کے قالب میں ڈالنے کا کام انجام دیا،قارئین سے امید ہے کہ وہ اپنی مفید آراء اور نظریات سے مطلع فرمائیں گے۔آخر میں ،میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی نشرواشاعت میں کسی بھی قسم کا تعاون فرمایا ۔امید ہے کہ خدااس ناچیز کوشش کو اپنی بارگاہ میں مقبول ومنظور فرمائے۔آمین یا رب العالمین

سید نسیم حیدر زیدی

قم المقدسہ

سورۂ حجرات کا مختصر تعارف

یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوا، اس کی اٹھارہ آیات ہیں[1]۔ اور سور "حجرات" یا سورہ "آداب و اخلاق" کے نام سے مشہور ہے۔

حجرات "حجرۃ" [2] کی جمع ہے اِس سورہ میں رسول اللہ ﷺ کے حجرات کا ذکر ہونے کی وجہ سے اِ سے "سور حجرات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (جو انتہائی سادہ مٹی اور کھجور کی لکڑی اور شاخوں سے بنے ہوتے تھے)

قرآن مجید کی تین سورتیں (مادہ، حجرات، ممتحنۃ) ایسی ہیں جو حکومتی اور اجتماعی مسائل پر مشتمل ہیں۔ ان تینوں سورتوں کا آغاز "یَا ایُّھَا الَّذِیْنَ أَمَنُوا" کے جملہ سے ہوتا ہے۔[3]

اس سور میں "یَا ایُّھَا الَّذِیْنَ أَمَنُوا" کے جملے کی تکرار ایک صحیح اسلامی معاشرے کی آیینہ دار ہے۔

×اس سور میں کچھ ایے مسائل کی رف اشارہ کیا گیا ہے جو سی دوسرے سور میں بیان ئیں یے ے ہیں۔

---

(1)۔ جبکہ بسم اللہ... سمیت اس کی آیات 19 ہیں (2)۔کرہ (3)۔ سور مادہ کا آغاز اس رح ہوتا ہے (یَاَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا ◌وْفُوا بِالْعُقُودِط)(اے ایمان والو اپنے اقراروں کو پورا کرو۔ سور ممتحنہ کا آغاز اس رح ہوتا (یَاَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لاَتَتَّخِذُوا عَدُوِّی وَعَدُوَّکُمْ ◌وْلِیَائَ) (اے ایماندارو اگر تم جہاد کرنے میری راہ میں اور میری خوشنودی کی تمنا میں (ھر سے) نلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ) اور اس سور میں پڑتے ہیں کہ اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(1)۔ اس سور میں رسول اکرم ﷺ سے سبقت اور پیش قدمی کی ممانعت، ان سے گفتگو کرنے کا سلیقہ، بتایا گیا ہے اور بے ادب افراد کی سرزنش کی ی ہے۔

(2)۔ تمسخر، برے نام رکھنا، سوئے ظن، تجسس اور غیبت جیسے برائیاں جو اسلامی معاشرے کے لیے حرام ہیں اِس سور میں اُن سے روکا گیا ہے۔

(3)۔ اخوت و برادری، صلح و آشتی ظلم کے خلاف اتحاد، عدل و انصاف، مشکوک افراد سے ملنے والی خبر کی تحقیق نیز فضیلت و برتری کے ایک معیار کے تعین کا حکم دیا گیا ہے جو ایک اسلامی معاشرہ کے لیے ضروری ہے۔

(5)۔ اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں سے مومنوں کے درجات مشخص کرنے کا معیار، تقویٰ اور پرہیز گاری کو قرار دیا گیا ہے۔ ایمان سے محبت اور کفر وفسق و فجور سے نفرت و بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے عدل و انصاف کو اسلامی معاشرہ کا محور قرار دیا گیا ہے۔

(5)۔ اس سور میں اسلامی معاشرہ کو اللہ تعالیٰ کا احسان کہا گیا ہے جو ایک ایسے رسول کا عاشق ہے جس کے وسیلہ سے اس کی ہدایت ہوئی ہے۔ اور یہ معاشرہ ہرگز اپنے ایمان کو اللہ اور اس کے رسول پر احسان نہیں سمجھتا ہے۔

(6)۔ اس سور میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اسلامی معاشرے کے تمام افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں اور ہرگز اس بات کی توقع نہ رکھیں کہ رسول ان کے تابع ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO

شروع کرتا ہوں ، اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نکات:

یہ سور بھی دوسرے تمام سورؤں کی رح اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہوا ہے اس لیے کہ حدیث میں ہے: "جو کام بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناتمام رہ جاتا ہے۔

بلاشک انسان ر کام کے آغاز میں رحمت الٰہی کا محتاج ہے اور یہ احتیاج " بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" کے جملہ سے بر رف ہوجاتی ہے۔

ر کام کی ابتداء میں " بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" کہنا اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس سے محبت، اس کی یاد اس پر توکل نیز اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ ر کام کو اس کی رِضا کے مطابق انجام دینا چاہتے ہیں۔

آیت نمبر 1

يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَتُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَىْ اللهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللهَ ِنَّ اللهَ سَمِيع عَلِيم-

ترجمہ:

اے ایمان والو اللہ اور اُس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرو۔بیشک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

نکات:

O یہ آیت بہت سی خطاؤں اور لغزشوں سے انسان کو بچاتی ہے اس لیے کہ بعض اوقات انسان اکثریت سے متاثر ہو کر ان کی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے ظاہری اور مادی مظاہر کا شکار ہوجاتا ہے۔ اپنی ناقص اندازہ گیری سے جدید اور نئی چیزوں کی طرف رغبت کرنے لگتا ہے ۔ جذباتی اور جلد بازی کے فیصلے،فکری آزادی، انسان کو بہت کچھ کہنے، لکھنے اور ایسے ارادے کرنے پر مجبور کردیتی ہے جس سے انسان نادانستہ طور پر اس بات سے بھی غافل ہوجاتا ہے کہ وہ خدا اور رسول کی بیان کی ہوئی حدود سے تجاوز کرچکا ہے جیسا کہ ایک گروہ کو عبادت گزاری کے خیال، اصولی اورانقلابی ہونے کے خیال نیز زاہد اور سادہ زیستی کے خیال نے خدا اور رسول سے بھی آگے بڑھنے پر آمادہ کردیا ہے۔

جیسا کہ کہاوت ہے ۔ مدعی سست گواہ چست۔

Oیہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسان کو فرشتہ صفات ہونا چاہیے۔ اور فرشتوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔(لا یسبقونه بالقول و هم بامره یعملون)[1] وہ کلام خدا پر سبقت نہیں کرتے اور فقط اس کے امر کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

Oقرآن نے سبقت اور پیش قدمی کے موارد کو بیان نہیں کیا ہے تاکہ ہر قسم کی پیش قدمی کو روکا جا سکے چاہے اس کا تعلق عقائد، علم، سیاست، مالیات یا پھر گفتار اورکردار سے ہو۔

Oبعض اصحاب نے رسول اکرم ﷺ سے مقطوع النسل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تاکہ اس سبب انہیں عورت کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور وہ ہر وقت اسلام کی خدمت کے لے حاضر رہیں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے انہیں اس برے کام سے سختی سے روک دیا۔

O جو شخص خدا اور رسول ﷺ سے سبقت کرتا ہے وہ اسلام کے نظام میں خلل اور معاشرتی بد نظمی کا سبب ہے۔ گویا قانون اور نظام الٰہی کو کھیل تماشہ سمجھ کر اس میں اپنی مرضی چلانا چاہتا ہے۔

پیغامات:

1۔ احکامات پر عمل درآمد کرنے کے لیے سب سے پہلے مخاطب کو نفسیاتی اور فکری

----

(1)۔ سور مبارکہ انبیاء، آیت 27

طور پر آمادہ کیا جائے۔ "یا ایُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا" یہ جملہ مخاطب کی شخصیت کا اعتراف، اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کے عمل کی انجام دہی کا سبب ہے۔

2۔ جس طرح اللہ اور اس کے رسول پر سبقت اور پیش قدمی کی ممانعت ایک ایسا حکم ہے جس میں مومنین کو مخاطب کرکے ساتھ پیش آنے کے آداب سکھائے ہیں اِسی طرح یہ آیت بھی اپنے مخاطبین کے ساتھ خطاب کے آداب کو "ملحوظ نظر رکھتے ہوئے "مخاطب ہے"۔ "یا ایُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا..."

3۔ ایسا ذوق و شوق عادات، رسم و رواج، اور بہت سے ایسے قوانین جنکی بنیاد نہ قرآن و سنت پر ہے اور نہ عقل و فطرت سے ان کا کوئی تعلق ہو تو یہ چیز بھی خدا اور رسول پر سبقت کرنے کے مترادف ہے۔ "لا تقدموا-----"

5۔ خدا کی حلال کردہ نعمتوں کو حرام اور حرام کو حلال کرنا بھی خدا اور رسول پر سبقت کرنا ہے۔ "لا تقدموا---"

5۔ ہر طرح کی بدعت، مبالغہ آرائی اور بے جا تعریف و تنقید بھی سبقت کرنا ہے "لا تقدموا---"

6۔ ہمارے علم و عمل کا سر چشمہ قرآن اور سنت کو ہونا چاہیے۔

7۔ خدا اور رسول پر سبقت کرنا تقویٰ سے دوری کی علامت ہے جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ "سبقت نہ کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔

8۔ ہر آزادی، وسعت طلبی اور ترقی اہمیت کی حامل نہیں ہوتی۔ "لا تقدموا---"

9۔ فریضے کی ادائیگی کے لیے ایمان اور تقویٰ کا ہونا ضروری ہے۔ (آیت میں

"آمنوا" کے ساتھ "واتقوا "کا بھی ذکر ہے)۔

10۔ جو چیز جملے کی خوبصورتی کا باعث ہے وہ یہ کہ امر اور نہی کو ایک ساتھ ہونا چاہیے (آیت میں نہی کا ذکر بھی ہے لا تقدموا۔ اور امر بھی ہے۔ واتَّقُوا)-

11۔ حکم رسول ﷺ ، حکم خدا ہے رسول ﷺ کی بے احترامی خدا کی بے احترامی ہے۔ اور دونوں سے سبقت لے جانے کی ممانعت ہے۔ (لاتُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَیْ اللہ وَرَسُولِہِ---)

12۔ عمل کے لیے تقوے کا ہونا ضروری ہے۔ لا تقدموا --- و اتقوا اللّٰہ-

13۔ وہ لوگ جو اپنی خواہشات یا دیگر وجوہات کی بنا پر خدا اور رسول پر سبقت کرتے ہیں۔ نہ صاحب ایمان ہیں اور نہ پرہیزگار۔

15۔اپنی تند روی اور سست روی کی توجیہ نہ کریں۔ "انّ اللّٰہ سميع عليم"

رسول خدا ﷺ سے سبقت اور پیش قدمی کی چند مثالیں:

Oاب ہم خدا اور رسول پر سبقت اور پیش قدمی کے چند ایسے موارد پیش کرتے ہیں جن کا ذکر تفاسیر اور روایات میں موجود ہے۔

1۔ بعض افراد نے عید قربان کے دن پیغمبر اسلام ﷺ سے پہلے قربانی کرلی۔ تو ان سے کہا گیا "لا تقدّموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ' " (1)

2۔ بعض لوگوں نے ماہ مبارک رمضان کا پہلا روزہ ثابت ہونے سے پہلے ہی روزہ رکھ لیا انہیں کہا گیا "لا تقدّموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ' "

----

(1)۔ کشاف۔ ج5، ص 350

3۔ رسول خدا ﷺ نے ایک گروہ کو کفار کے پاس اسلام کی تبلیغ کی غرض سے بھیجا۔ کفار نے پیغمبر اسلام ﷺ کے بھیجے ہوئے مبلغین کو قتل کردیا مگر ان میں سے تین افراد جان بچا کر بھاگ آئے۔

راستے میں انہیں کفار کے قبیلے (بنی عامر) کے دو افراد نظر آئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دوستوں کا انتقام لینے کے لیے انہیں قتل کردیا (جبکہ ان دونوں کا کوئی قصور نہ تھا) قرآن کریم نے ان افراد کو اس مسئلہ پر تنبیہ کی۔ کہ کیوں پیغمبر اسلام ﷺ کے حکم کے بغیر انہوں نے ایسا کیا؟ "لا تقدّموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ' " (1)

5۔ امام - نے ایک شخص کو یہ ہدایت کی کہ وہ یہ دعا پڑھا کرے۔ "یا مقلّب القلوب" اس شخص نے اس دعا کو اس طرح پڑھا" یا مقلب القلوب والابصار" امام - نے فرمایا: کہ میں نے کلمہ "ابصار" نہیں کہا تھا قرآن مجید فرماتا ہے کہ خدا اور رسول سے سبقت نہ کرو۔ "لا تقدّموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ' " (2)

5۔ قوم بنی تمیم نے پیغمبر اسلام ﷺ سے اپنے لیے ایک امیر کے تعین کا مطالبہ کیا خلیفہ اول و دوم نے اپنے اپنے امیدوار کا نام پیش کیا اور اس پر بحث و مباحثہ بھی کرتے رہے کہ ان میں سے کس کا امیدوار بہتر ہے یہ آیت نازل ہوئی۔ "لا تقدّموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ'، ولا ترفعوا اصواتکم " (3)

----

(1)۔ شاف۔ ج5، ص 350 (2)۔ کمال الدین صدوق۔ ص 201

(3)۔ صحیح بخاری، ج3، ص 123

6۔ امام - نے ایک شخص کو دعا کی تعلیم دی اور فرمایا کہ یہ دعا پڑھو۔ "لا اِلٰه الّا اللّٰه--- يُحْيِى ويُمِيْتُ" سننے والے نے اپنی طرف سے اس جملے کا اضافہ کردیا۔ "و یُمیت و یُحْیِی" آپ نے فرمایا کہ تمہارا جملہ تو صحیح لیکن جو میں نے کہا ہے وہ کہو اور اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ "لا تقدّموا بين يدى اللّٰه و رسوله'---" (1)

7۔ جب بعض صحابہ کرام نے کھانا پینا اور اپنی ازواج کے ساتھ مباشرت چھوڑ دی تو پیغمبر اسلام ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: میں کھانا کھاتا ہوں اور اپنی ازواج کے ساتھ رہتا ہوں اور یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے سرپیچی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ فَمَنْ رَغِبَ عن سنتی فلیس مِنّی-

8۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے متعہ کو حلال قرار دیا تھا مگر خلیفہ دوم نے اسے حرام قرار دے دیا یہ بھی پیغمبر اسلام ﷺ پر سبقت کرنے کے مترادف ہے کہ جس کی آیت میں ممانعت ہے۔ "لا تقدّموا بين يدى اللّٰه و رسوله' "

9۔ سن 8 ہجری کو پیغمبر اسلام ﷺ مدینہ سے فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو دوران سفر بعض لوگوں نے روزہ افطار نہ کیا۔ جبکہ اس بات کو جانتے تھے کہ سفر میں ہیں اور مسافر پر روزہ نہیں ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ نے روزہ افطار کرلیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو پیغمبر اسلام سے آگے بڑھ گئے۔ "لا تقدّموا بين يدى اللّٰه و رسوله' "

----

(1)۔ خصال صدوق، ج2، ص 62

10۔ اسلام سے پہلے بھی بہت ں ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں لوگ انبیاء سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ -، جناب مریم کے بیٹے اور عبد خدا تھے۔ لیکن لوگوں نے انہیں خدا کہنا شروع کردیا تو قرآن نے انہیں دین میں غلو کرنے سے منع کیا ۔

رسول خدا ﷺ پیچھے رہ جانے اور مخالفت کی چند مثالیں:

O جس طرح خدا اور رسول سے سبقت کرنا منع ہے۔ اسی طرح ان کے حکم کی خلاف ورزی اور اس سے عقب نشینی بھی منع ہے جب خدا، رسول اور رسول کے جانشین برحق لوگوں کو کسی بات کا حکم دیں تو معرفت و آگاہی کے ساتھ عاشقانہ انداز میں دوسروں پر سبقت دیتے ہوئے اُن کی آواز پر لبیک کہنا چاہیے۔

جو لوگ بلانے کے وقت سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں قرآن نے ان پر شدید تنقید کی ہے " اثَّاقَلتُم اِلَی الرض " [1] اس سلسلہ میں چند مثالوں پر غور کریں۔

الف : پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی رحلت کے دنوں میں ایک اسامہ نامی جوان کی سپہ سالاری میں مسلم خطے کی حفاظت اور دفاع کے لیے ایک لشکر تیار کیا اور فرمایا: جو بھی اسامہ کے لشکر میں شامل نہ ہوگا اُس پر خدا کی لعنت ہو اِس کے باوجود بعض افراد نے اس امر کی خلاف ورزی کی۔

ب: قرآن کریم نے بعض اُن افراد کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے جوپیغمبراسلام

----

(1)۔سورہ توبہ، آیت38

ﷺ کی نافرمانی کرتے ہوئے محاذ جنگ پر نہیں گئے اور اس امر پر بہت خوش تھے۔ "فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللهِ "(1)

ج: جنگ اُحد میں پہلے حملے میں مسلمان کامیاب ہوئے تھے۔ لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے جن 150 آدمیوں کو پہاڑوں کے شگاف پر کھڑا کیا ہو تھا انہوں نے غنائم لوٹنے کی غرض سے پیغمبر کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جیتی ہوئی جنگ ہار گئے، حضرت حمزہ اور بہت سے اصحاب باوفا شہید ہوئے۔ قرآن کریم نے جنگ اُحد کی شکست کے تین سبب بیان کیے ہیں۔ سستی، اختلاف اور پیغمبر اسلام ﷺ کے حکم کی نافرمانی۔ " حَتّٰیٓ اِذَا فَشِلْتُم وَتَنَازَعتُم فِی الَمرِ وَعَصَیتُم "(2)

د: نہج البلاغہ میں حضرت علی - نے بارہا سنگدل، ڈرپوک اور سست افراد کی شدید سرزنش کی ہے اور فرمایا ہے کہ تم لوگ بے جان لاش ہو، تم شلوں میں مرد ہو لیکن تم میں مردانگی نہیں ہے۔(3)

اور اس طرح کی دوسری مثالیں بھی موجود ہیں۔

اس بنا پر خداوند عالم ہم سے یہ چاہتا ہے کہ نہ تجاوز کریں اور نہ پیچھے رہیں بلکہ رسول ﷺ کے ہمراہ ہم فکر اور ان کے معاون رہیں " والّذین مَعَهُمْ---"

----

(1)۔سورہ توبہ، آیت 81

(2)۔سورہ آل عمران، 152

(3)۔ نہج البلاغہ، خ 27

تقوی اور پرہیز گاری کے بارے میں ایک بحث:

O ہم جملہ "واتّقوا اللّٰه"کی مناسبت سے یہاں تقوی کے بارے میں چند نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

1۔ الہی احکامات کا ہدف یہ ہے کہ انسان میں تقوی اور پرہیز گاری کا جذبہ پیدا ہو۔ مثال کے طور پر قرآن میں ارشاد ہے کہ: اپنے پروردگار کی عبادت کرو شاید تم متقی اور پرہیز گار بن جاؤ۔[1] اور پھر فرمایا: تمہارے اوپر روزے اسی طرح واجب ہیں جس طرح تم سے پہلے والی امتوں پر واجب تھے۔ شاید تم متقی ہوجاؤ۔[2]

2۔ تقوی ہدایت قبول کرنے کا پیش خیمہ ہے۔ هُدىً للمتقين۔[3]

3۔ خداوند عالم صاحبان تقوی کو علم عطا کرتا ہے۔ واتقوا للّٰه و يُعَلمكم اللّٰهُ-[4]

5۔ تقوی رحمت الہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ واتقو اللّٰه لَعَلْكم تُرْحمون-[5]

5۔ تقوی اعمال کے قبول ہونے کا وسیلہ ہے ہم قرآن مجید میں پڑتے ہیں کہ خداوند عالم فقط صاحبان تقوی کے اعمال قبول کرتا ہے۔ انّما يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ-[6]

6۔ تقوی کے باعث انسان کو ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے جس کا اُسے خیال بھی نہیں ہوتا۔ ويَرْزُقُه' من حَيْثُ لَا يَحْتَسِبْ۔[7]

----

(1)۔ سور بقرہ، آیت 21 (2)۔ سور بقرہ ،آیت 183

(3)۔ سور بقرہ، آیت 2 (5)۔سور بقرہ، آیت 282

(5)۔ سور انعام، آیت 155 (6)۔ سور مادہ، آیت 27 (7)۔ سور طلاق، آیت 6

7۔ اللہ تعالیٰ نے صاحبان تقویٰ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ بے یار ومددگار نہیں رہیں گے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَه' مَخْرَجًا۔ (1)

8۔ اللہ تعالیٰ اپنی حمایت اور غیبی امداد صاحبان تقویٰ پر نثار کردیتا ہے۔ وَ اعْلَمُوا انّ اللّٰهَ مَعَ المتقينَ۔ (2)

9۔ تقویٰ قیامت کے خطرات سے محفوظ رہنے (3) اور عاقبت بالخیر کا ذریعہ ہے۔ والعاقبة للمتقين۔ (4)

تقویٰ میں مؤثر عوامل:

تقویٰ کے آثار و برکات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اب ہم ان عوامل کا ذکر کرتے ہیں جو متقی اور پرہیز گار بننے میں انسان کی مدد کرتے ہیں۔

1۔ مبدأ و معاد پر ایمان رکھنے سے انسان کا گناہوں کے مقابلے میں بیمہ ہوجاتا ہے۔ جس قدر اس کا ایمان قوی ہوگا، تقوی بھی اتنا ہی پایدار ہوگا۔

2۔ عمومی نظارت (امر بامعروف اور نہی از منکر) معاشرے میں تقویٰ کے رشد کا

----

(1)۔ سورہ طلاق، آیت 2

(2)۔ سورہ توبہ آیت 36 اور 123

(3)۔ سورہ مریم، آیت 72

(5)۔ سورہ اعراف ، آیت 128

باعث بنتی ہے۔

3۔ خاندان کی تربیت، 5۔ لقمہ حلال کا حصول، 5۔ اپنی ذمہ داری کو دیانتداری سے ادا کرنا۔

6۔ دوستوں (بیوی، ہم پیشہ، ہمسایہ، اور ہم جماعت افراد) کے ساتھ اچھا برتاؤ۔

7۔ صحیح پیشہ کا انتخاب، (8)۔ با تقویٰ افراد کو دوست رکھنا

یہ سب ایسے عوامل ہیں جو تقویٰ میں مؤثر ہیں۔

کیا تقویٰ محدودیت ہے؟

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ تقویٰ محدودیت اور قید خانہ ہے ۔ جبکہ تقویٰ تو ایک قلعہ اور حصار ہے۔ قید خانے اور قلعے کے درمیان فرق یہ ہے کہ قید خانے کو باہر سے تالا لگایا جاتا ہے جو ایک زبردستی کی محدودیت ہے۔ جو انسان کی آزادی سے سازگار نہیں ہے لیکن قلعے کا انتخاب انسان خود کرتا ہے۔ اور پھر خود اسے اندر سے تالا لگاتا ہے۔ تاکہ حوادث روزگار سے محفوظ رہ سکے۔ آپ خود بتائیں جب ہم پاؤں میں جوتا پہنتے ہیں تو ہم پاؤں کو محدود کرتے ہیں یا محفوظ؟ پس ہر محدودیت بری نہیں ہوتی اور ہر آزادی اہم نہیں ہوتی۔

اسی طرح ہر وسعت کی اہمیت نہیں جیسا کہ سرطان کے جراثیم جو بدن میں پھیل جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر عقب نشینی، اور پہلے والی حالت پر واپس پلٹنا برا نہیں۔ مریض ڈاکٹر کے پاس اس لیے جاتا ہے کہ وہ اسے پہلے والی حالت پر واپس لے آئے۔ اس کا

ہدف بیماری سے پہلے والی حالت کی طرف پلٹنا ہے۔ اس کا یہ واپس آنا اہمیت رکھتا ہے۔ تقویٰ امن و امان کے حصول کا نام ہے۔ جو عورتیں اور لڑکیاں آزادی کے نام پر مختلف انداز میں لوگوں کی نظروں کے سامنے جلوہ گر ہوتی ہیں اگر چند منٹ (فقط چند منٹ) کے لیے غور وفکر کریں چاہے وہ مسلمان نہ بھی ہوں تب بھی علم و عقل ان کو عزت و پاکیزگی کی دعوت دے گی۔

بدحجابی یا بے حجابی مندرجہ ذیل مسائل کو ایجاد کرتی ہے۔

1۔ لوگ بے حجاب خواتین کی نسبت سوء ظن رکھتے ہیں۔

2۔ لوگ بے حجاب خواتین کو اغوا کرنے کی سازشیں کرتے ہیں۔

3۔ بے پردہ خواتین کی وجہ سے خاندانی نظام تباہ و برباد ہوجاتا ہے۔

5۔ نوجوان نسل کو روحی طور پر بد اندیشی اور کج فکری کی کھلی دعوت ملتی ہے۔

5۔ بے پردگی سے خواتین خود نمائی اور فضول خرچی کی طرف راغب ہوجاتی ہیں۔

6۔ بے پردگی طالب علموں کے درس و مطالعہ میں فکری تمرکز کو ختم کردیتی ہے۔

7۔ بے بضاعت افراد کو شرمندہ کرتی ہے ۔ جو اس قسم کے لباس خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

8۔ بے پردگی اقتصادی حالت کو ابتر بنادیتی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں کام محنت سے انجام نہیں دیے جاتے اور ہمیشہ ہوس بازی کا بازار گرم رہتا ہے۔

9۔ ایسی خواتین اور لڑکیوں کو ناکام کرنا جو اپنی شکل و صورت پر زیادہ توجہ نہیں دیتیں۔

10۔ والدین کو حیران و پریشان رکھنا۔

11۔ بد قماش افراد کو راضی کرنا۔

12۔ منفی رقابت کا پیدا ہونا۔

13۔ گھر سے فرار کرنا۔

15۔ ناجائز اولاد کا دنیا میں آنا۔

15۔ ایڈز جیسے امراض کا پیدا ہونا۔

16۔ روحی اور نفسیاتی امراض کا زیادہ ہونا۔

17۔ سقط حمل، خود کشی، قتل و کشتار، حادثات وغیرہ جیسے مسائل کا وجود میں آنا اور یہ سب عدم تقویٰ اور بے حجابی کے مسائل ہیں۔

اسی لیے شاید قرآن میں تقویٰ کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ اور امام جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر خطبہ میں تقویٰ کے مسائل بیان کرے۔

قرآن کریم کم مقدار تقویٰ پر قناعت نہیں کرتا اور فرماتا ہے: فَا تَّقُوا اللّٰہ مَا اسْتَطَعتُمْ۔[1] جہاں تک ممکن ہو تقویٰ اختیار کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَ اتّقُوا اللّٰہ حَقَّ تُقٰاتِہِ جس طرح تقویٰ کا حق ہے اسی طرح اُسے اختیار کرو۔

البتہ مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ جب بھی ہم کسی گناہ میں گرفتار ہوجائیں تو ہم نماز، توبہ اور اپنے پروردگار سے مدد طلب کرکے گناہوں کی دلدل سے نکل سکتے ہیں۔

---

(1)۔سورہ تغابن، آیت 16

آیت نمبر 2

يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَتَرْفَعُوا ◌صْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلاَتَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ◌نْ تَحْبَطَ ◌عْمَالُكُمْ وَ◌نْتُمْ لاَتَشْعُرُونَ -

ترجمہ:

اے ایمان والو خبردار اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرنا اور ان کو بلند آواز سے نہ پکارنا جس رح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہیں ایسا نہ ہو تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔

نکات:

O پہلی آیت میدان عمل میں پیغمبر اسلام ﷺ پر سبقت اور پیش قدمی کرنے سے منع کررہی ہے اور یہ آیت پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ گفتگو کا ریقہ بیان کررہی ہے کہ گفتگو کے دوران پیغمبر اسلام ﷺ کے احترام کو ملحوظ نظر رکھا جائے۔

سورہ نور کی آیت نمبر 63 میں بھی اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے نام کو اپنے ناموں کی طرح نہ پکارا کرو بلکہ مؤدبانہ انداز میں نام پکارا کرو۔

O عمل کی حفاظت خود عمل سے زیادہ اہم ہے ہمارے اعمال کبھی شروع سے ہی خراب ہوتے ہیں کیونکہ خودنمائی اور ریاکاری سے اس کا آغاز کرتے ہیں، کبھی عمل کے

دوران عُجب اور غرور اِسے ضایع کردیتا ہے۔ کبھی ہمارے اعمال آخرکار بعض دوسرے اعمال کی وجہ سے حبط ہو جاتے ہیں۔ اس لیے قرآن مجید نے فرمایا: کہ جو بھی اپنے عمل کو با حفاظت ہر آفت سے بچا کر قیامت تک لائے گا اُسے دس گناہ اجر ملے گا۔ مَن جاءَ بالحسنة۔۔۔ یہ نہیں فرمایاکہ جو بھی کوئی عمل انجام دے گا اُسے دس گناہ اجر ملے گا۔ کیونکہ دنیا میں عمل انجام دینے کے بعد اُسے روز قیامت حوالے کردینے کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ہر ذکر پر بہشت میں ایک درخت بہشت میں لگادیا جاتاہے۔ ایک شخص نے کہا تو پھر ہماری بہشت میں درختوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہوگی؟ حضرت نے فرمایا: ہاں لیکن کبھی کبھی تم ایے اعمال انجام دیتے ہو جو اِن درختوں کو جلا کر راکھ کردیتے ہیں۔ پھر آپ نے اِن آیت کی تلاوت فرمائی۔ (1)

O قرآن کریم نے اعمال کی تباہی وبربادی کو ایک جگہ کفر و شرک کے مقابلے میں بیان کیا ہے۔ اور دوسری جگہ پیغمبر اسلام ﷺ کے حضور بے ادبی سے اعمال کے ضائع ہونے کا ذکر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے حضور بے ادبی، کفر و شرک کے برابر ہے۔ کیونکہ دونوں کا نتیجہ اعمال کا حبط ہونا ہے۔

O بعض اصحاب، پیغمبر اسلام ﷺ کے حضور بلند آواز سے بات کرتے تھے۔ پیغمبر اسلامﷺ اس لیے کہ کہیں بلند آواز کے سبب ان کے اعمال ضائع نہ ہوجائیں خود اُن سے زیادہ بلند آواز میں بات کرتے تھے۔ (2)

---

(1)۔ بحار الانوار، ج8، ص 186 (2)۔ بحار الانوار، ج9، ص 332

O پیغمبر اسلام ﷺ کے ایک صحابی بلند آواز سے بات کرتے تھے جب ہی انہیں یہ پتا چلا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے سامنے بلند آواز سے بات کرنا اعمال کو ضائع کردیتا ہے تو بہت پریشان اور رنجیدہ خاطر ہوئے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری آواز خطاب کرتے ہوئے بلند ہوتی تھی لہٰذا تمہارا حساب دوسروں سے جدا ہے۔ (1)

O پیغمبر اسلام ﷺ کے سامنے مومنین کا بلند آواز سے بات کرنا اعمال کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ اگر وہ حضرت کو نہ جانتے ہوں یا پہچان نہ سکے ہوں تو ایسے افراد کا حساب جدا ہے کیونکہ توہین کے مسئلے میں علم و آگاہی اور قصد اہانت شرط ہے۔ اگر ہم اخبار کو استعمال کریں اور یہ نہ جانتے ہوں کہ اس میں قرآنی آیات درج ہیں۔ کیونکہ نہیں جانتے اور اہانت کا قصد بھی نہیں تھا۔ تو اِسے توہین نہیں کہا جائے گا۔

O أَنْ تحبط أَعْمٰالُكُمْ وَ أَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ- تمہارے اعمال نا دانستہ ضائع ہوجاییں گے۔ اس میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ کہ آفات اور آثارِ سوء کا واسطہ ہمارے جاننے یا نہ جاننے سے نہیں ہے۔اگر انسان شراب پی لے تو مست ہوجائے گا اگرچہ اس کے خیال میں یہ پانی تھا اگر بجلی کی تار کو ہاتھ لگاییں گے کرنٹ تو لگے گا۔ اگرچہ ہمارا خیال یہ ہو کہ بجلی نہیں ہے۔ یہ گناہوں کے آثار ہیں کہ ہمیں قحط سالی، زلزلہ، عمر کا کم ہونا، اور ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے۔ چاہے انسان ان کے آثار سے بے خبر ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا پیغمبر اسلام ﷺ کی نسبت بے ادبی کرنا اعمال کی تباہی کا سبب ہے۔ اگرچہ انسان اس کے منفی آثار سے بے خبر ہی کیوں نہ ہو۔

----

(1)۔ تفسیر مجمع البیان

پیغامات:

1۔ لوگوں کو ادب سکھاتے وقت خود ہمیں بھی مؤدبانہ انداز میں انہیں پکارنا چاہیے۔ جس طرح اللہ تعالی نے اس آیت میں لوگوں کو اس جملے "یا ایها الَّذین ئ امنوا" سے پکارا ہے۔

2۔ امت اسلامی کا رہبر معنوی اعتبار سے لوگوں پر حق رکھتا ہے لہٰذا اس کی رعایت کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ جب وہ گفتگو کررہا ہو تب بھی اس کی آواز سے ہماری آواز بلند نہ ہو اور اگر رہبر خاموش ہو اور ہم ان سے بات کررہے ہیں اس وقت بھی بلند آواز میں بات نہ کریں۔ لا تَرْفَعُوا اصواتکم فوقَ صَوْتِ النَّبِیْ-

مقام نبوت ہمارے لیے مسئولیت آور ہے۔

3۔ کسی دوسرے کی زبان سے بزرگوں کے احترام کی تاکید کرنے کا انداز زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ اس آیت میں پیغمبر اسلام ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ میری آواز سے زیادہ اپنی آواز بلند نہ کریں بلکہ یہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ پیغمبر سے بلند آواز میں بات نہ کریں۔ لا تَرْفَعُوا اصواتکم-

5۔ افراد کا مقام و منصب لوگوں کے عمل پر اثر انداز ہوتا ہے (ایک مومن کی رسول اللہ کی شان میں جسارت اور بے ادبی کا حساب ہی جدا ہے)۔ یا ایها الذین آمنو --- أنْ تحبط اعمالکم-

5۔ کبھی انسان خود نادانستہ طور پر اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لیتا ہے۔
"اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لاَتَشْعُرُونَ "

نمونے:

ا : رحلت کے نزدیک پیغمبر اسلام ﷺ نے قلم و دوات کا تقاضا کیا اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لیے ایسی تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہوسکو گے! خلیفہ دوم نے کہا پیغمبر اسلام ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے لہٰذا ان کی بات کی اب کوئی اہمیت نہیں رہی۔ ہمارے پاس تو قرآن ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی تحریر کی ضرورت نہیں ہے۔ شور شرابہ ہونے لگا تب حضرت نے فرمایا: سب یہاں سے چلے جاؤ اور میرے پاس شورو غُل نہ کرو۔ (1)

علامہ سید شرف الدین موسوی (اراجعات کے مصنف) فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ آپ کو قلم اور کاغذ نہ دیا گیا اور کچھ بھی تحریر نہ ہوسکا لیکن اُس نہ لکھی ہوئی تحریر کو ہم پڑھ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ تحریر لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہوسکو گے۔ (لَنْ تضلّوا ---) اگر ہم ذرا ان توجہ کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ آپ نے اس کلمے کو قرآن مجید اور اہل بیت ؑ کے بارے میں بیان کیا ہے۔ فرمایا: میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر ان سے تمسک رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوسکو گے۔ اور یہ دو چیزیں قرآن اور میرے اہل بیت ؑ ہیں۔ کیونکہ آپ نے چند مرتبہ اس کلمہ (لَنْ تضلّوا ---) کو قرآن اور اہل بیت ؑکے بارے میں استعمال کیا ہے۔ یہاں پر بھی جب یہ فرمایا کہ تمہارے لیے کچھ لکھنا چاہتا ہوں کہ جس سے تم

----

(1)۔ صحیح مسلم ،ج3، ص 1259

راہ نہ ہو سکو گے اس سے مراد قرآن اور اہل بیت% ہی ہیں۔

ب: جب امام حسن مجتبیٰ - شہید ہوئے اور آپ کو رسول خدا ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جانے لگا تو حضرت عائشہ نے ایسا نہ کرنے دیا جس سے شور وغل ہوا ،آوازیں بلند ہوییں۔ تو حضرت امام حسین - نے اس آیت (لا ترفعوا اصواتکم---) کی تلاوت فرما کر لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا، اور فرمایا: پیغمبر اسلام ﷺ کا احترام بعد از رحلت اسی طرح واجب ہے جس طرح ان کی حیات میں تھا۔ (1)

اسلامی مقدسات:

پوری دنیا میں مختلف عقاید کے تحت سب لوگ اپنے بزرگوں کا خاص احترام کرتے ہیں۔ شہروں، سڑکوں، تعلیمی اداروں، اسپورٹس، مدارس اور دیگر اداروں کے نام ان کے نام پر رکھتے ہیں۔ اسی طرح اسلام میں بھی بعض افراد، اوقات، مقامات، حتیٰ کہ بعض نباتات اور جمادات بھی مقدس ہیں۔

اسلام میں ان تمام چیزوں کا احترام اور تقدس کا سبب اللہ تعالیٰ سے وابستگی ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے اس کا احترام اور تقدس زیادہ ہے۔ پس چاہیے کہ اس خصوصی احترام کی حفاظت کریں۔

----

(1)۔ تفسیر نمونہ

مقدسات:

1۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، تقدس کا سرچشمہ ہے۔ مشرکین جو خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں قیامت کے دن اپنے اس انحراف کا اقرار کریں گے اور اپنے خیالی معبودوں کے بارے میں کہیں گے کہ ہماری بدبختی یہی تھی کہ ہم انہیں اللہ تعالی کے برابر سمجھتے رہے(اذ نُسوّیکم بِربّ العٰالمین) [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور احترام اس طرح کریں کہ جس میں کسی قسم کے عیب اور نقص کا تصور بھی نہ ہو۔ نہ فقط اس کی ذات بلکہ اسماء الٰہی بھی ہر چیز سے منزہ ہوں۔

سبح اسمَ رَبّکَ الاعلٰی - [2]

2۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ایک خاص تقدس اور احترام کی مالک ہے۔ جب قرآن مجید خود کو عظیم سمجھتا ہے۔ [3] تو پھر ہمیں اُس کی تعظیم کرنی چاہیے۔ جب قرآن خود کو کریم سمجھتا ہے۔[4] تو ہمیں بھی اس کی تکریم کرنی چاہیے۔ جب قرآن خود کو مجید سمجھتا ہے۔ [5] تو ہمیں بھی اس کی تمجید کرنی چاہیے۔

3۔ الٰہی رہبر، تمام انبیاء اور ان کے برحق جانشین خاص طور پر حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت ؑ ایک خاص مقام کے مالک ہیں۔ سورہ حجرات میں آپ ﷺ سے

----

(1)۔ شعراء، 98 (2)۔ اعلیٰ، 1 (3)۔ حجر، 87

(5)۔ واقعہ، 77 (5)۔ ق، 1

گفتگو کے چند آداب بیان ہوئے ہیں۔ کہ ان سے آگے نہ بڑھیں اور نہ ہی بلند آواز سے بات کریں۔

قرآن مجید نے انسان کو یہ فرمان دیا ہے کہ پیغمبر ﷺ پر درود بھیجیں۔ (1)

البتہ ہمیں اس نکتے کی طرف توجہ دینی چاہیے کہ اب جبکہ آنحضرت اس دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں تو ایسے میں آپ ﷺ کی زیارت (2)، آپ کے جانشین علماء، عادل، فقہاء مراجع تقلید (روایات کی روشنی میں یہ بھی پیغمبر ﷺ کے جانشین ہیں) کا احترام ہم پر لازم ہے۔حدیث میں ہے کہ اگر کوئی عادل فقیہ کی بات رد کردے تو گویا اس نے پیغمبر ﷺ کے اہل بیت کی بات کو رد کیا ہے، اور جو ان کی بات کو رد کرے تو گویا اس نے اللہ تعالی کی بات کو رد کیا ہے۔ (3) یہ احترام فقط پیغمبر سے نہیں بلکہ تمام انبیاء سے مربوط ہے۔ ان کا احترام بھی اسی طرح ہے۔ قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں کہ جس صندوق میں جناب موسیٰ کو رکھ کر دریا کے حوالے کیا گیا تھا بعد میں جناب موسیٰ اور آل موسیٰ کی چھوڑی ہوئی نشانیاں اس میں موجود تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ بنی اسرائیل کی امت کے لیے آرام و سکون کا وسیلہ بن گیا اور فرشتے اسے نقل و حمل کرتے تھے۔ (4)

----

(1)۔احزاب، 56

(2)۔متعدد کتابوں میں جیسے تبرک الصحابہ از آیت اللہ احمد میانجی نے اصحاب پیغمبر کے صدھا ایسے نمونے ذکر کیے ہیں جس کے مطابق آپ کے اصحاب آپ کی زندگی اور آپ کی رحلت کے بعد بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔

(3)۔ بحار الانوار، ج27، ص 238 (5)۔سورہ مبارکہ بقرہ ، آیت 258

5۔ اسلام میں والدین ایک خاص احترام کے لائق ہیں قرآن مجید میں پانچ مرتبہ توحید کے بعد والدین کے ساتھ احسان کرنے کو کہا گیا ہے۔ [1] ان کا شکر ادا کرنا دراصل اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔ [2]

والدین کا احترام یہاں تک ہے کہ محبت سے فقط ان کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور ہمیں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ان کی آواز سے زیادہ بلند آواز میں ان سے بات نہ کریں۔ ایسا سفر جو ان کی اذیت کا باعث ہو نہ کیا جائے کہ وہ حرام ہے اس سفر میں نماز بھی قصر نہیں ہوگی۔ والدین کے ساتھ حمام میں نہ جائیں۔ اسی طرح سوتیلی ماں سے شادی بھی نہ کی جائے۔

5۔ اسلام میں بعض، اوقات جیسے شب قدر، بعض مقامات جیسے مسجد، بعض پتھر جیسے حجر اسود، بعض پانی جیسے آب زم زم، بعض مٹی جیسے خاک شفاء، بعض نباتات جیسے زیتون، بعض سفر جیسے سفرِ معراج، نیز علم و عبادت، جہاد اور کسی کی امداد کی خاطر پیش آنے والے سفر، بعض لباس جیسے احرام کعبہ وغیرہ مقدس ہیں۔ لہٰذا ان کا خاص احترام کیا جائے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے مقدس وادی کے احترام میں اپنے جوتے اتار دیے تھے۔ فاخلع نَعْلَيْک اِنّکَ بِالوادِ المقدس طُوًی- [3] مشرک کو مسجد حرام میں داخل ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔

---

(1)۔ بقرہ، 83۔ نساء، 38۔ انعام، 151۔ بنی اسرائیل، 23۔ احقاف، 15

(2)۔ لقمان، 15 (3)۔ طہ، 12

(اِنَّمَاالْمُشْرِکُونَ نَجَس فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الحَرَام)[1]

وقت ِ عبادت زینت کی تاکید کی ی ہے (خُذوا زینتکم عند کل مسجد)[2] مجنب کو مسجد میں ٹھہرنے کا کوئی حق ٘یں ہے۔ (وَلَا جُنُبًا الّا عابِرِی سبیل) [3] اسلام میں مسجد کو اس قدر بلند مقام حاصل ہے کہ حضرت ابراہیم اسماعیل ، ذکریا، مریم ، جیسے افراد مسجد کو پاک و صاف کرنے کیلیے اس کے خادم اور متولی رہے۔ (طَهِرّ بیتی) [4] یہاں تک کہ حضرت مریم - کی والدہ نے دوران حمل یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ ایک لڑکے کی ماں بننے والی ہیں یہ نذر مان لی کی وہ ولادت کے بعد اس فرزند کو مسجد اقصی کا خادم بنائیں گی (اِنّی نذرت لَکَ ما فی بطنِی مُحَرّرًا) [5]

6۔ با ایمان انسان بھی تقدس اور کرامت کا حامل ہوتا ہے یہاں تک کہ مومن کی آبرو کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ اُ سے اذیت دینا، اس کی غیبت کرنا حرام ہے۔ اس کے حقوق کا دفاع واجب ہے یہاں تک کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر کھودنا حرام ہے۔

اگر فرادی نماز ایسی جگہ ادا کی جائے جہاں جماعت ہورہی ہو اور اس فرادی نماز سے امام جماعت کا نا اہل ہونا ثابت ہوتا ہو تو ایے میں فرادی نماز باطل ہے۔

----

(1)۔ توبہ، 28 (2)۔ اعراف، 31 (3)۔ نساء، 53

(5) بقرہ، 125 (5) آل عمران 35

7۔ اسلام تو بعض غیر مسلمانوں کے لیے بھی خاص احترام کا قائل ہے۔ جیسے ہی کسی قبیلے کا سردار اسلام قبول کرتا تھا تو آپ اس کے احترام کو ملحوظ نظر رکھتے، اور اسے اس قبیلے کی سرداری پر باقی رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایسے اسیر جن کا تعلق محترم خاندان سے ہوتا تھا ان کا جداگانہ حساب ہوتا تھا، مثلاً شہر بانو (ایران کے بادشاہ کی بیٹی) اور حاتم طائی (جو ایک مرد سخی تھا) کے فرزند جب اسیر کرلیے گئے تو ان کے ساتھ جداگانہ برتاؤ کیا گیا۔جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ ہر ملت کی ثقافت میں کچھ چیزیں مقدس ہوتی ہیں جیسے۔ آمین، قومی پرچم، علمی شخصیات، انقلابی اور ہنرمند افراد وغیرہ۔ یہ تمام افراد ہر قوم و ملت کے نزدیک محترم سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ اس سلسلے میں کجروی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ طول تاریخ میں لا اُبالی اور فریب کار افراد موجود رہے ہیں جیسے سامری جادوگر جس نے گوسالہ بنا کر اسے جعلی تقدس کا رنگ دیا۔ اورکتنے ہی بادشاہ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے بہت سے دانشوروں اور شعراء کو خرید کر اپنی ثنا خوانی اور خود کو مقدس بنا کر پیش کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

اولیاء الٰہی کا احترام:

اولیاء خدا سب سے زیادہ احترام اور تقدس کے پابند تھے۔ ان میں سے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

الف: جب تک پیغمبر اسلام ﷺ زندہ رہے حضرت علی - نے آپ کے احترام میں خطبہ نہیں دیا۔

ب: ایک روز دوران نماز رسول خدا ﷺ کی نگاہ سامنے والی دیوار پر پڑی تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ دیوار پر آب دہن (تھوک) ہے۔ آپ خاموش ہوے اور (قبلہ سے منحرف ہوئے بغیر) وہاں تک ے اور وہاں درخت کی پڑی ہوئی ٹہنی سے اسے کھرچ ڈالا پھر پلٹ آئے اور نماز جاری رکھی۔

ج: حضرت امام حسین - نے جب ہی دیکھا بڑے بھائی امام حسن - نے ایک سو دینار سے فقیر کی مدد کی ہے آپ نے اپنے بھائی کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے 99 درہم سے فقیر کی مدد کی۔

د: امام رضا - جب ہی حضرت امام مہدی - کا نام سنتے تھے (جبکہ حضرت مہدی - کی اس وقت تک ولادت نہیں ہوئی تھی) تو آپ کے احترام میں کھڑے ہوجاتے تھے۔

ھ: آیت اللہ العظمیٰ بروجردی جنکا شمار شیعوں کے بڑے مجتہدین میں سے ہوتا ہے۔ کے ھر میں ایک شخص نے یہ کہہ دیا کہ امام زمان - اور آیت اللہ بروجردی کی سلامتی کے لیے درود بھیجیں۔ تو یہ سن کر آپ بہت ناراض ہوئے کہ تم لوگوں نے میرے نام کو ولی عصر - کے نام کے ساتھ کیوں لیا ہے؟

اس لیے ہمیں توجہ رکھنی چاہیے کہ احترام و تقدس کے درجات مختلف ہیں۔ ہر شخص اور ہر چیز اپنے اپنے رتبہ کے اعتبار سے لائق احترام ہے۔

اعمال کا حبط اور ضائع ہونا:

سور حجرات کی دوسری آیت میں پیغمبر اسلام ﷺ کے حضور میں بلند آواز سے بولنے کو اعمال کی نابودی اور حبط کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: تمہارے نیک اور اچھے اعمال کا اجر اس رح تباہ و برباد ہوجائے گا کہ تمہیں اس کی خبر بھی نہیں ہوگی زا ضرورت اس امر کی ہے کہ حبط اعمال کے بارے میں کچھ گفتگو کی جائے۔

"حبط" لغت میں حبط کے معنی فاسد اور تباہ ہونا ہے۔ جس رح غذائیں، دوائیاں ، سردی، گرمی، پانی اور آگ ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس رح انسان کے اعمال بھی ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان دو مثالوں پر غور کیجیے۔

ال : اگر ایک مزدور کارخانے میں بیس سال مفید اور سود مند کام کرنے کے بعد اپنے مالک کے بیٹے کو قتل کردے، اس کا یہ قتل کرنا، اس کی بیس سالہ کارکردگی پر پانی پھیر دے گا۔ اسے حبط کہتے ہیں۔

ب: اگر ایک مزدور اپنے مالک کو بیس سال رنج و اذیت پہنچائے، لیکن ایک دن یہی مزدور اپنے مالک کے ڈوبتے ہوئے بچے کو بچالے تو اس مزدور کی یہ خدمت اس کی سابقہ بیس سالہ بری کارگردگی کو یکسر ختم کر دے گی اور یہ خدمت جو اس کی برائیوں کا ازالہ کررہی ہے اسے کفارہ کہتے ہیں۔

ان مثالوں پر توجہ دینے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ معنوی وسائل اور انسان کے اعمال ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ چند قرآنی نمونوں پر توجہ کیجیے۔

1۔ کفر و ارتداد اور لوگوں پر خدائی راستے بند کرنا، رسول خدا سے مقابلہ کرنا اعمال کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ (1)

2۔ جو لوگ ایسے اعمال انجام دیتے ہیں جو خدا کو غضبناک کرتے ہیں۔ اور ایسے اعمال سے نفرت کرتے ہیں جن میں خدا کی رضا شامل ہوتی ہے تو ان کے تمام اعمال تباہ و برباد ہوجاتے ہیں۔(2)

3۔ شرک و نفاق، دنیا طلبی، انبیاء کا قتل ، اور ظلم کرنے والوں کے اعمال نابود ہوجابیں گے۔ (3)

5۔ منت گزاری عمل کی نابودی کا سبب ہے۔ (4)

5۔ ریاکاری اور عُجب انسان کے اعمال کو تباہ و برباد کردیتا ہے۔

حبط اعمال روایات کی روشنی میں:

اب ہم روایات کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے اعمال ہیں جو انسان کے نیک اعمال کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔

روایات میں، اعتقادی ، عبادی، خاندانی، معاشرتی ، سیاسی اور بہت سے ایسے نفسیاتی مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کے نیک اعمال کی تباہی کا باعث بنتے ہیں ہم یہاں ان موارد میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

---

(1)۔ سورہ محمد، آیت 25

(2)۔سورہ محمد، 28 (3)۔ زمر، 65۔ توبہ، 68۔ ہود، 16۔ آل عمران، 25

(5)۔ بقرہ، 26

1۔ اعتقادی: آئمہ معصومین ٪ اور پیغمبر اسلام ﷺ کے اہل بیت ٪ سے کینہ اور دشمنی رکھنا۔[(1)]

2۔ عبادی: نماز کو بغیر کسی عذر کے ترک کرنا۔[(2)] امام - سے پوچھا گیا کہ ترک نماز کو گناہان کبیرہ میں سے کیوں شمار ٔ -یں کیا گیا جبکہ یتیم کا مال کھانا گناہِ کبیرہ ہے؟ حضرت نے فرمایا: کہ کفر گناہِ کبیرہ ہے۔ جبکہ ترک نماز کفر عملی ہے۔[(3)]

3۔ خاندانی: امام صادق ؑ نے فرمایا:اگر بیوی یا شو ر ایک دوسرے سے یہ کہہ دیں کہ میں نے تمہارے اندر کوئی خوبی ٔ -یں دیکھی۔ اور میں تم سے ناراض ہوں تو اس کے اعمال تباہ ہوجاہیں گے۔[(4)]

5۔ معاشرتی: رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی مردے کو اس کی امانت کی حفاظت کرتے ہوئے غسل دے تو اُسے میت کے ر بال کے بدلے میں ایک غلام کو آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور صد درجات عطا کرے گا۔ پوچھا گیا: غسل دیتے وقت امانت کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے پوشیدہ جسمانی اعضاء کو

چھپائے وگرنہ اس کا اجر تباہ اور دنیا و آخرت میں اس کو عزت ٔ -یں ملے گی۔[(5)] (یہ تو مردہ شخص کی عزت و آبرو کا مسئلہ ہے زندہ شخص کی عزت، و آبرو تو اس سے کہیں زیادہ

----

(1)۔ بحار، ج28، ص 198

(2)۔ کافی، ج2، ص 385 (3)۔کافی، ج2، ص 278

(5)۔ من لا یحضر، ج3، ص 550 (5)۔ وسایل الشیعہ، ج2، ص 527

ہے)۔

5۔ سیاسی: وَمَن يَّكْفُرُ بِالْإِيْمَانِ فَقَطْ حَبِطَ عَمَلُهُ (1) جو بھی اپنے ایمان سے پھر جائے (مرتد ہوجائے) اس کے اعمال تباہ ہوجاہیں گے۔

امام محمد باقر - اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ ایمان سے مراد علی ابن ابی طالب - ہیں۔ جو بھی آپ کی ولایت کا منکر ہو اس کا عمل تباہ ہے۔ (2)

جی ہاں! امام معصوم کو رہبر ماننا اور ان کی اطاعت کرنا اسلام کے سیاسی مسائل کے ارکان میں سے ہے۔

6۔ نفسیاتی: امام صادق - نے فرمایا: جو شخص اپنے خیال اور شک کی بنیاد پر (علم یا شرعی حجت کے بغیر) کوئی عمل انجام دے تو اس کا یہ عمل تباہ ہے۔

× اب تک ہم نے بعض اعمال کے منفی اثرات بیان کیے ہیں۔ اب مثبت اثرات کے بارے میں آپ کو بتاتے ہیں کہ انسان کس طرح اپنے اعمال کے ذریعہ اپنے برے کاموں کو چھپا سکتا ہے یا یہ کہ انہیں اچھے کاموں میںنیک تبدیل کرسکتا ہے۔

قرآن مجید میں ایمان ، نیک عمل، تقوی، فقرا کی مخفی طور پر مدد کرنا، توبہ کرنا ، گناہ کبیرہ سے دوری کرنا، نماز پڑھنا، زکات دینا، قرض الحسنہ دینا ، ہجرت اور جہاد کو عفو،

گناہوں کی بخشش اور انسانی لغزشوں کی تلافی کا سبب قرار دیا ہے۔ (3)

----

(1)۔ سور مائدہ، آیت 5

(2)۔ بحار، ج35، ص 358 (3)۔ بقرہ: 215۔ طلاق:5۔ تغابن: 9۔ تحریم:8۔ نساء: 31۔ ہود :115۔ مائدہ:12۔ آل عمران: 195۔ فرقان: آیت 70 کی طرف رجوع کریں۔

قرآن مجید نے فرمایا: دن کے دونوں رف نماز ادا کرو کیونکہ نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہےیں۔ وَ أَقِمِ الصَّلوٰةَ --- اِنَّ الحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ [1]

× واضح ہوچکا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی عظمت کی وجہ سے ان کے حضور بے ادبی تمام سابقہ اعمال کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔ قرآن مجید نے اس کے باوجود یہ تاکید کی ہے کہ سب لوگوں سے اچھے (مؤدبانہ) انداز میں بات کی جائے۔ لقمان -- نے اپنے بیٹے سے کہا (وَاغضُضْ مِنْ صوتِکَ) اپنی آواز میں دھیما پن اختیار کرو۔ اس لیے کہ اس کے علاوہ غیر مناسب آواز کو رھے کی آواز سے تشبیہ دی ہے اِنَّ أَنْکَرَ الاصوات لَصَوْتُ الحَمِیْر [2] بلند آواز میں بات کرنا (اسپیکر کا بیجا استعمال) آج کے دور میں (جدید تمدن کے دور میں) معاشرتی مشکلات میں سے ایک مشکل ہے۔ کبھی شادی کے نام پر، کبھی مجلس عزا کے نام پر، کبھی مسجد میں کبھی کھیل اور ورزش کے عنوان سے، اور کبھی خرید و فروخت کی غرض سے لوگوں کا آرام سلب کرلیا گیا ہے۔

جبکہ اسلام نے فقط چند ایے موارد بیان یے ہیں جہاں آواز بلند کی جاسکتی ہے، مثلاً اذان کے وقت وہ بھی مناسب انداز میں بغیر سی اضافے یا مقدمے کے یا بیت

اللہ کے زائرین کے لیے کہ جب وہ صحراءِ مکہ میں سی دوسرے قافلہ کو دیکھیں تو بلند آواز سے" لبیّکَ اللّھمَ لبیّک" کا تکرار کریں۔

----

(1)۔ سور ہود، آیت 115

(2)۔ سور لقمان، آیت 19

بہرحال چند استثنائی موارد کے علاوہ ہمیں بلند آواز میں گفتگو کرنے کا حق نہیں ہے۔ دوسروں سے بلند آواز میں رعب اور دبدبہ سے بات کرنا تو بہت دور کی بات ہے ۔ کیونکہ اس صورت میں بے ادبی کے علاوہ مومن کو ڈرانا ایک سخت عذاب کا پیش خیمہ ہے۔

آیت نمبر 3

ِنَّ الَّذِینَ یَغُضُّونَ ؘصْوَاتَہُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللہِ ؘُوْلَئِکَ الَّذِینَ امْتَحَنَ اللہُ قُلُوبَہُمْ لِلتَّقْوَی لَہُمْ مَغْفِرَۃٌ وَ ؘجْرٌ عَظِیم -

ترجمہ:

بیشک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازوں کو دھیما رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے تقوی کے لیے آزما لیا ہے اور انہیں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

نکات:

O کلمہ "غَضْ" کے معنی اوپر سے نیچے کی طرف آنا اور آہستہ لہجہ میں بات کرنا ہے۔ جو ادب ، تواضع، وقار، آرام و نشاط کی علامت ہے۔

O قرآن مجید نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالی مؤدب افراد کے دلوں کی آزمایش کرتا ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالی اس آزمائش سے شناخت کرنا نہیں چاہتا ہے کیوں کہ وہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔ بلکہ اس آزمائش کا مقصد یہ ہے کہ انسان مسائل کے مقابلے میں اپنی استعداد اور صحیح عکس العمل کا مظاہرہ کرے تاکہ اسے اجر الہی عطا ہوسکے۔ کیونکہ جزا اور سزا کا ملنا اللہ تعالی کے علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ انسان کے

عمل کی بنیاد پر ہے۔ یعنی اگرچہ اللہ تعالیٰ یہ علم رکھتا ہے کہ فلاں شخص آئندہ یہ گناہ کرے گا لیکن اسے سزا نہیں دیتا بلکہ پہلے اُس سے گناہ سرزد ہو تب اسے اس کی سزا ملے گی۔ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ انسان بھی ان روش پر چلتا ہے اور صرف اپنے علم کی بنیاد پر کسی کو اجرت نہیں دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہمیں یہ علم ہو کہ فلاں درزی میرا لباس ی دے گا تب بھی ہم اُسے اس وقت تک مزدوری نہیں دیتے جب تک کہ وہ لباس تیار نہ کردے۔

آیات و روایات میں امتحان اور آزمائش کا ذکر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان پہلے عمل انجام دے گا اور پھر اس کے بعد سزا یا جزاء کا مستحق قرار پائے۔

البتہ یہاں امتحان کا تعلق قلب سے ہے کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ادب اور تواضع کے اظہار میں ریاکاری سے کام لیتے ہیں لیکن اندورنی طور پر تکبر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔

O اجر الٰہی کا ہمیشہ ان صفات کریم، عظیم، کبیر، غیر ممنون (پیوستہ) نِعَمْ اجر (اچھا) کے ساتھ ذکر ہوا ہے کیونکہ اجر الٰہی اس کی رحمت اور بے نہایت لطف کے سرچشمے سے تعلق رکھتا ہے۔

پیغامات:

1۔ ہمیں برے کام کرنے والوں کی مذمت اور اچھے کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کی خدمت کی گئی ہے جو پیغمبر کے حضور بلند آواز میں بات کرتے تھے اس آیت میں اور بعد والی آیات میں مودّب افراد

کی حوصلہ افزائی کی ی ہے۔ اِنَّ الّذینَ یَغُضُّون --- لھم مَغْفِرَة ۔۔۔ اگر برے کاموں پر سرزنش کی جائے تو اچھے کاموں پـر حوصلہ افزائی بھی کرنی چاہیے۔

2۔ ظا ری ادب باطنی تقویٰ کی علامت ہے ۔ الّذینَ یَغُضُّونَ --- اِمتَحَنَ اللّٰہ قُلُوبَھُمْ لِلتّقوٰی (یعنی جـو دھـیمے لہجے میں بات کرتے ہیں وہ با تقویٰ دل کے مالک ہیں)۔

3۔ اب جبکہ ہم پیغمبر اسلام کی بارگاہ میں تو ٔیں ہیں لیکن حضرت کے مرقد کی زیارت کے آداب اور حضرت کـے بر حـق جانشینوں کا ادب اپنی جگہ باقی ہے۔

5۔ عارضی اور چند ٔوں کا ادب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ابھی تقویٰ کی ہرائی حاصل ٔیں ہوئی ہے۔

5۔ قرآن ٔیںیہاں پر بھی کلمہ "مغفرت" اور "اجر"آیا ہے، پہلے مغفرت کی بات کی ی ہے کیونکہ جب تک ہم گناہوں سے پاک ٔیں ہوں گے تب تک لط اہی حاصل ٔیں کرسکیں گے۔ ولَھُمْ مَغْفِرَة و أجر عَظِیْم-

گفتگو کے آداب:

اس آیت میں رسول خدا ﷺ سے گفتگو کے آداب بیان یے ے ہیں ۔اب ہم اسلام کے ان بنیادی اصول کا ذکر کـرتے ہیں جن کا تعلق گفتگو کے آداب سے ہے۔

1۔ گفتار کو کردار کے ساتھ ہونا چاہیے وگر. یہ قابل سرزنش ہے-(لِمَ تَقُولُونَ مَا

لَا تَفْعَلُونَ)[1]

2۔ گفتار کو تحقیق کے ہمراہ ہونا چاہیے۔ (ہدہد نے حضرت سلیمان - سے کہا کہ میں تحقیق شدہ اور یقینی خبر لایا ہوں۔ (بنبإٍ یقین)[2]

3۔ گفتار کو دلپسند ہونا چاہیے۔ (الطّیّب مِنَ الْقَول) [3]

5۔ گفتار کو رسا اور شفاف ہوناچاہیے۔ (قولاً بَلِیْغًا) [4]

5۔ گفتار کو نرم لہجے میں بیان کیا جائے۔ (قولاً لَیّنًا) [5]

6۔ گفتار کا انداز بزرگوارانہ ہو۔ (قولاً کریماً) [6]

7۔ گفتار کو قابل عمل ہونا چاہیے-(قولاً میسورًا) [7]

8۔ سب کے لیے اچھی بات کی جائے نہ کہ فقط خاص گروہ کے لیے -(قولاً للنّاس حُسنًا) [8]

9۔ اپنی گفتار میں بہترین انداز اور مطالب کا انتخاب کیا جائے۔ (یقولوا الّتی ھی احسن) [9]

10۔ گفتار میں لغویات اور باطل کی آمیزش نہ ہو۔ (اجتنبوا قَوْلَ الزُّور) [10]

---

(1)۔سورہ ص ، آیت 2 (2)۔ سورہ نمل، آیت 22
(3)۔ سورہ حج، 25 (5)۔ سورہ نساء، آیت 63
(5)۔ سورہ طہ، آیت 55 (6)۔سورہ بنی اسرائیل ، آیت 23
(7)۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت 28 (8)۔ سورہ بقرہ، 83
(9)۔ سورہ اسراء، آیت 53 (10)۔ سورہ حج، آیت 30

اور (عن اللغّوِ مُعْرِضون) [1]

عمل کے چند نمونے:

× اس آیت میں ایے افراد کی تعری کی ی ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ کے حضور ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی آواز دھیمی رکھتے تھے۔ ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم مقرر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ادب اور بے ادبی کے ذکر شدہ نمونوں میں سے دو کی رف اشارہ کرتے ہیں۔

1۔ جب حضرت آدم - اور ان کی اہلیہ نے ممنوعہ درخت سے پھل کھالیا تب ان کی سرزنش کی ی۔ جس پر وہ شرمندہ ہوئے، توبہ کی اور معذرت طلب کی تو اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ یہ معذرت کرنا خود ایک ادب ہے جس کی وجہ سے آدم - اور ان کی اہلیہ کو نجات ملی۔

کربلا میں حضرت حر - نے امام حسین - کا ادب کیا جبکہ شروع میں وہ یزیدی لشکر میں تھے۔ لیکن نماز جماعت میں امام حسین - کی اقتداء میں ادا کی اور کہا کیونکہ آپ کی والدہ حضرت زہرا× ہیں اس لیے میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔ شاید اُن کا یہی ادب ان کی عاقبت بالخیر کا باعث بن گیا ہو۔

2۔ ابلیس نے حضرت آدم - کو سجدہ نہیں کیاتو اس کی سرزنش کی ی، توبہ اور

---

(10)۔ سور مومنون، آیت 3

معذوت کرنے کی بجائے اُس نے بے ادبی کی اور کہا: میں اسے سجدہ نہیں کروں گا، میں آگ سے خلق ہوا ہوں اور آگ خاک سے افضل ہے۔ درحقیقت اس نے فرمان الٰہی کو ٹھکرایا تھا اِن بے ادبی نے اُسے ہمیشہ کے لیے لعنت و ملامت کا مستحق قرار دے دیا۔

اجر خداوندی کا امتیاز:

لوگوں کے دیے ہوئے اجر کی مدت کم، معمولی اور سطحی ہوتی ہے اور یہ اجر احسان جتا کر دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے نقائص پائے جاتے ہیں اس بات سے صرف نظر کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ (بیوی ، شوہر ، فرزند ،شریک ، دوست، ہمسایہ، حکومت اور) دوسرے افراد ہمارے بہت سے کاموں سے آگاہ نہیں ہوتے کہ وہ ہمیں اس کا اجر دے سکیں۔ کبھی حسد کی بنا پر اور کبھی بخل کے باعث جانتے ہوئے بھی اجر نہیں دیا جاتا یا پھر کبھی غربت و ناداری آڑے آجاتی ہے جس کے باعث اجر دینے کی طاقت نہیں ہوتی۔ خدا کے علاوہ کوئی بھی انسان کے معیوب اور کم مقدار کام کو قبول نہیں کرتا۔

بعض اوقات یہ اجر ایک تالی، سیٹی، یا درود بھیجنے تک محدود ہوجاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ معمولی سا کام بھی قبول کر لیتا ہے۔ فمن یعمل مثقال ذرّۃٍ خیراً یرہ۔ ناقص اعمال بھی مقبول ہوجاتے ہیں جیسا کہ ہم نماز کی تعقیبات میں یہ پڑھتے ہیں: اے پروردگار! اگر میری نماز کے رکوع اور سجود میں نقص رہ گیا ہو تو میری اُس ناقص نماز کو قبول فرما۔

اللہ تعالیٰ عیب کو پوشیدہ رکھتا ہے اور خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے ۔ يَا مَنْ أَظْهر الجميل وَسَتَرَ القبيح۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہشت جاویدان کے بدلے خرید لیا ہے۔ جب کہ دوسرے ہمارے کاموں کو فراموش کر بیٹھتے ہیں۔

آیت نمبر 5اور 5

ِنَّ الَّذِینَ یُنَادُونَکَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ َکْثَرُھُمْ لاَیَعْقِلُونَ-

بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان کی اکثریت کچھ ُیں سمجٓ تی ہے۔

وَلَوْ َنَّھُمْ صَبَرُوا حَتَّی تَخْرُجَ ِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَھُمْ وَاللهُ غَفُور رَحِیم -

اور اگر یہ اتنا صبر کرےتے کہ آپ نکل کر با ر آجاتے تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا اور اللہ بہ۔ت بخشنے والا اور مہرب۔ان ہے۔

نکات:

O اگرچہ پیغمبر اسلام ﷺ کو حجروں کے پیچھے سے آواز دینا ایک زشتہ واقعہ ہے لیکن ہم سب کیلیے درس ہے۔

جیسا کہ ہم تفسیر روح امعانی میں پڑھتے ہیں کہ جب ابن عباس اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ت۔و دروازے پر دستک دیے بغیر استاد کے با ر آنے تک کھڑے رہتے تھے۔ اور جب آپ سے کوئی اس چیز کا سبب پوچھتا تھا تو آپ ق۔رآن ک۔ی اس آیت (وَلَو َنَّھُم صَبَرُوا حَتَّی تَخرُجَ ِلَیھِم لَکَانَ خَیرًا لَھُم)کی تلاوت فرماتے تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کس رح ابن عباس اس آیت سے جو پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں نازل ہوئی تھ۔ی درس لے رہے ہیں زا کوئی یہ نہ کہے کہ آج تو دنیا میں "ابو ہب"

موجود نہیں ہے اس آیت "تبت ید أبی ھب" کے کیا معنی ہوں گے؟ اگرچہ آیت میں خاص شخص کا نام ہے لیکن اس کا ہر طرف اس شخص کی فکر اور اعمال ہیں ابو ہب ایک کافر اور بد عمل شخص تھا۔ اگر آج اس آیت کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں "اے مسلمانوں کے خلاف سازش اور سوء قصد کرنے والوں، اے الہی نمائندوں کی نافرمانی کرنے والو تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تم ہلاک ہوجاؤ۔

O پیغمبر اسلام ﷺ کے حجروں کی تعداد نو تھی جو کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے۔ اور ہر دروازے پر بکرے کے بالوں کا بنا ہوا پردہ آویزاں تھا۔ ہر حجرہ کی مبائی دس ذراع (تقریباً پانچ میٹر) اور اونچائی سات سے آٹھ ذراع (تقریباً چار میٹر) تھی۔عبدالملک کے دوران حکومت میں ان حجروں کو توڑ کر مسجد میں شامل کردیا گیا تھا۔ جب ان حجروں کو توڑا گیا تو لوگوں کے گریہ و زاری کی آوازیں بلند تھیں۔ سعید بن مسیب کا کہنا ہے کہ میں یہ چاہتا تھا کہ یہ تمام حجرے اُسی طرح باقی رہیں تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر سادگی کا درس لیتے۔

پیغامات:

1۔لوگوں کی اجتماعی اور فردی حیثیت کو ملحوظ نظر رکھنا چاہیے۔ (گلی کوچہ میں سے پیغمبر اسلام ﷺ کو آواز دینا اور اپنی بات منوانا آپ ﷺ کی شان کی خلاف ہے)(يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ)

2۔ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ غیر مؤدبانہ حرکت کرے تو اُسے کم عقل نہیں سمجھنا چاہیے وہ لوگ کم عقل ہیں جو ہمیشہ حجروں کے پیچھے سے پیغمبر ﷺ کو آواز دے کر آپ کے

با ر ن ےلن کے منتظر رہتے تھے۔ ینادونک فعل مضارع ہے جو فعل کے استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

3۔ کم عقل وہ لوگ ہیں جو اہانت کی غرض سے اس ر ح آواز دیتے ہیں لیکن جو لوگ عادتاً ی کام کرتے ہیں وہ اس حکم میں شامل ن یں ہیں۔ (كْثَرُهُمْ لاَيَعْقِلُونَ) (جیسا کہ کبھی کبھی والدین اپنے بچے کو ایک معمولی نام سے پ ارتے ہ یں ان کا مقص ر گ اہانت ن یں ہوتا۔ جبکہ کوئی دوسرا اگر اہانت کی غرض سے پکارے تو اس کا حکم اُن سے جدا ہے)

5۔ گلی کوچہ میں چیخ و پکار اور خدائی نمائندہ کے ساتھ بے ادبی سے پیش آنا کم عقلی پر دلیل ہے۔ (ینادونک لا یعقلون)

5۔ مودّب ہونا عقلمندی کی دلیل ہے(الَّذِينَ يُنَادُونَكَ ---لاَيَعْقِلُونَ)امام علی - سے نقل ہے جو مودّب ن یں ہے وہ عقلمند ن یں ہے۔

6۔ تربیت اور اصلاح کی ایک راہ ی ہے کہ غیر مودّب افراد کو تنبیہ کی جائے۔ (الَّذِينَ يُنَادُونَكَ ---)

7۔ اگر سی برے عمل کی تکرار ہو تو سرزنش ضرور کرنی چاہیے۔ (يُنَادُونَكَ ---لاَيَعْقِلُونَ)

8۔ دوسروں کے آرام و سکون کا خیال رکھنا چاہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کو بھی آرام و سکون چاہیے اور ا ن یں ا پنے ھ ر کے مسائل کے لیے بھی وقت درکار ہے۔ ر وقت ان کے مزاحم ن یں ہونا چاہیے۔ (لَوْ ۔َنَّهُمْ صَبَرُوا)

مزاحمت، بے جا توقع، اور کسی پر بے جا دباؤ ڈالنا صحیح نہیں ہے۔

9۔ صبر ادب کی نشانی ہے۔ (صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ)

10۔ لوگوں سے ملاقات کیلئے وقت کا تعین رہبر کو کرنا ہے۔ (حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ)

11۔ پیغمبر اسلام نے لوگوں سے ملاقات کا وقت معین کیا ہوا تھا لہٰذا گلی میں بلند آواز سے بلانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ (حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ)

12۔ بے ادب، غیر مؤدب افراد کے ساتھ درشت اور مہربانی کے ساتھ پیش آنا چاہیے، تاکہ وہ مایوس نہ ہوں اور اپنی اصلاح کریں۔ خدا نے ایسا ہی کیا ہے۔ (وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا --- وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ)

آیت نمبر 6

یَاَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا ِنْ جَاۤئَ کُمْ فَاسِق بِنَبَ ٍ فَتَبَیَّنُوا َنْ تُصِیبُوا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوا عَلَی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِینَ -

ترجمہ:

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ سی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جاؤ اور اس کے بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے۔

نکات:

O سوال۔ اس آیت میں خبر کی تحقیق کا حکم آیا ہے۔ جبکہ اسی سورہ کی بارویں آیت میں لوگوں کے امورمیں تجسس سے منع فرمایا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تجسس حرام ہو اور تحقیق کرنا واجب؟

جواب: سی شخص کی فردی زندگی کے بارے میں تجسس کرنا جس کا معاشرہ سے کوئی تعلق نہ ہو حرام ہے۔ لیکن اگر انسان کے فعل کا تعلق معاشرتی زندگی سے ہو تو ایسی صورت میں تحقیق ضروری ہے۔ اس لیے کہ اگر بغیر تحقیق کے خبر لانے والے پر اعتماد کرتے ہوئے، کوئی اقدام کیا جائے تو ممکن ہے کہ پورا معاشرہ فتنہ و فساد میں مبتلا

ہوجائے۔

پیغامات:

اس آیت سے بہت سے اہم درس لیے جاسکتے ہیں ہم اُن میں سے یہاں بعض کو بیان کررہے ہیں۔

1۔ جب بھی کوئی حکم دیں اسے ادب و احترام سے پکاریں۔ (یَاَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا---)

2۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے تمام صحابہ عادل نہ تھے بلکہ ان کے درمیان، فاسق اورمنافق بھی موجود تھے۔ (ِ نْ جَاءَ کُمْ فَاسِق ---)

3۔ ایے افراد کو رسوا کرنے کی کوئی ممانعت نہیں جو فتنہ و فساد کا باعث ہوں (ِ نْ جَاءَ کُمْ فَاسِق)(یہاں فاسق سے مراد ولید بن عتبہ ہے)

5۔ فاسق کے علاوہ لوگوں پر اعتماد کرنا اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔

5۔ ناگوار حوادث کا پیش خیمہ دو چیزیں ہیں۔ فاسق کا فتنہ و فساد پھیلانے کے لیے کوشش کرنا اور مومنین کا جلدی سے اس کی بات پریقین کر لینا۔

6۔ اگرچہ ہمیں تو اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم فاسق سے کوئی خبر لیں لیکن فاسق اس بات کی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کوئی غلط خبر ہم تک پہنچادے۔ (جائکم)

7۔ ہر خبر کے بارے میں تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر کوئی اہم خبر ہو تو اس کے بارے میں تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ "نبأ" اہم اور مفید خبر کو کہتے ہیں۔

8۔سادہ لوح ہونا اور جلدی یقین کر لینا ایمان کے موافق نہیں ہے۔

(آمَنُوا---فَتَبَيَّنُوا)

9۔ تحقیق کرنے میں دیر نہ کرو۔ (فَتَبَيَّنُوا) "حرف فاء "جلدی اقدام کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

10۔ فاسقین کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں جھوٹی خبریں پھیلا کر امن وامان کی صورت حال کو خراب کردیں لہٰذا مومنین کی ذمہ داری ہے کہ بغیر تحقیق کے ان کی کسی بات پر یقین نہ کریں۔ (إِنْ جَاءَكُمْ فَتَبَيَّنُوا---)

11۔ کبھی فاسق سچی خبر بھی دیتا ہے اس لیے لازم نہیں کہ اس کی ہر خبر کو جھوٹ کہیں بلکہ اس کی دی ہوئی خبر کی تحقیق کریں۔ (فَتَبَيَّنُوا)

12۔ فاسقین کی خبر کی تحقیق کرکے انہیں خبردار کریں اور انہیں اس بات کی اجازت نہ دیں کہ اسلامی معاشرہ میں اپنی مرضی سے جو جی چاہے کریں۔ (فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا)

15۔ کسی بھی معاشرہ کو صحیح راستے پر چلانے کے لیے ضروری ہے کہ کسی واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے اس کا حل تلاش کیا جائے۔ پہلے مرحلے میں تحقیق اور پھر دوسرے مرحلے میں اقدام کیا جائے۔ (فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا ---)

15۔ اگر احکام الہٰی کے فلسفہ اور اسرار کو لوگوں کے لیے بیان کیا جائے تو لوگ شوق اور ولولہ کے ساتھ وظیفہ شرعی کو انجام دیتے ہیں۔ خبر فاسق کی تحقیق کا فلسفہ اور راز، اسلامی معاشرہ کو فتنہ و فساد سے بچانا بتایا گیا ہے-(فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا)

16۔ فاسق کے خبر دینے کا مقصد اسلامی معاشرہ کے امن عامہ کی صورت حال کو

خراب کرنا ہے۔ (اَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ)

17۔ ایک غیر تحقیق شدہ خبر سی بھی قوم کی نابودی کا سبب بن سکتی ہے۔ (اَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا)

18۔ جلد بازی اور بغیر تحقیق کے کوئی اقدام کرنا حماقت اور جہالت ہے۔ (تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ)

19۔ احکام الہی کی پابندی انسان کو شرمندگی سے بچاتی ہے ۔ زا احکام الہی کی پابندی کریں تاکہ شرمندہ نہ ہوں۔ (فَتَبَيَّنُوا - ---- نادِمِين)

20۔ جو کام سنجیدہ اور مستقل مزاجی پر مبنی نہ ہو اس کا نتیجہ شرمندگی ہوتا ہے۔ (نادِمِين)

فسق کیا ہے اور فاسق کون ہے؟

× اس آیت میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر فاسق کوئی اہم خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو اب یہاں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ فاسق کون ہے ؟ اور سچی خبر کو جھوٹی خبر سے پہچاننے کا معیار کیا ہے؟

×لغت میں "فسق" کے معنی جدا ہونے کے ہیں۔ اور قرآن کی اصطلاح میں جو شخص راہ مستقیم سے جدا ہوجائے اسے فاسق کہتے ہیں۔ یہ کلمہ عدالت کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے یعنی فاسق ایسے شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور توبہ نہ کرے۔

×کلمہ "فسق" مختلف انداز میں "55" بار قرآن میں استعمال ہوا ہے من جملہ

1۔ جہاں فکری اور عقیدتی لحاظ سے انحراف پایا جاتا تھا۔ جیسا کہ فرعون اور اس کی قوم کے لیے آیا ہے (انّھم کانو قوماً فاسقین)[(1)]

2۔ کبھی یہ کلمہ منافق کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (انّ المنافقین ھم الفاسقُونَ) [(2)]

3۔ کبھی فاسق ایسے افراد کو کہا جاتا ہے جو انبیاء کو آزار و اذیت پہنچاتے اور ان کی نافرمانی کرتے تھے۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ کی نافرمان قوم بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ کو ایذا پہنچاتی تھی ان کے بارے میں آیا ہے۔

(قَالُوا یَا مُوسَیٰ اِنَّا کُن ندخلھا----- القوم الفاسقین) [(3)]

5۔ کبھی ان لوگوں کو فاس کہا گیا ہے جو خدا کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔ (ومن لم یحکم بما أنزل اللّٰہ فاولئک ھم الفاسقون) [(4)]

5۔ کبھی حیلہ گر افراد کو فاسق کہا گیا ہے۔ (بما کانوا یفسقون) [(5)]

----

(1)۔سورہ مبارکہ نمل ، آیت 12

(2)۔ سورہ توبہ، آیت 67

(3)۔ سورہ مائدہ، آیت 25۔ 26

(5)۔ سورہ مائدہ، آیت 57

(5)۔سورہ اعراف ، آیت 163

6۔ کبھی ان لوگوں کو فاسق کہا گیا ہے جو امر بمعروف اور نہی از منکر جیسے اہم وظیفہ کو ترک کردیتے ہیں۔ (نَجَّیْنَا الَّذِینَ یَنْهَوْنَ عَنْ السُّوئِ وَ أَخَذْنَا الَّذِینَ ظَلَمُوا --- بِمَا کَانُوا یَفْسُقُون)[1]

7۔ کبھی ان لوگوں کو جو مال و دولت ، عزیز و اقارب کو جہاد فی سبیل اللہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ (إِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ --- أَحَبَّ --- وَاللهُ لاَیَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِینَ)[2]

8۔ کبھی ایسے افراد کو فاسق کہا جاتا ہے جو شہوت رانی اور جنسی تجاوزات کا شکار ہوں ۔ جیسا کہ حضرت لوط کی قوم جو کھلم کھلا اس فعل کو انجام دیتی تھی ان کے لیے آیا ہے۔ (رِجْزًا مِنْ السَّمَائِ بِمَا کَانُوا یَفْسُقُونَ)[3]

9۔ کبھی حرام چیزوں سے استفادہ کو فِسق کہا گیا ہے۔ (حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ---ذَلِکُمْ فِسْق)[4]

10۔ کبھی ایسے افراد کو فاسق کہا جاتا ہے جو پاکدامن خواتین پر تہمت لگاتے ہیں۔ (یَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ---أُوْلَئِکَ هُمْ الْفَاسِقُونَ)[5]

----

(1)۔ سورہ اعراف، آیت 165 (2)۔ سورہ توبہ، آیت 23

(3)۔ سورہ مبارکہ عنکبوت، آیت 35 (5)۔ سورہ مائدہ، آیت 3

(5)۔ سورہ مبارکہ نور ، آیت 5

فاسق رابطہ رکھنا:

×آیات و روایات مسلمانوں کو فاسق سے دوستی کرنے سے روکتی ہیں۔

امام زین العابدین - امام محمد باقر - اور امام جعفر صادق - سے مروی ہے کہ فاسق سے ہرگز دوستی نہ کرو اس لیے کہ۔ وہ تمہیں روٹی کے ایک لقمہ یا اس سے بھی کمتر چیز کے عوض بیچ دے گا۔ (یعنی فاسق سے ہرگز وفا نہیں ہے)۔ (1)

2۔ حضرت علی - سے روایت ہے کہ فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ (2)

3۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ایسے فاسق کی غیبت جائز ہے جو علنی طور پر گناہ کرتا ہو۔ (3)

5۔ نیز پیغمبر اسلام ﷺ سے مروی ہے کہ فاسق کی دعوت قبول نہ کرو۔ (4)

"تحقیق" معاشرتی بیماریوں کا علاج:

× تاریخ بشر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام - کا واسطہ ایسے افراد اور معاشرہ سے رہا ہے جو مختلف قسم کی اجتماعی بیماریوں میں مبتلا تھا۔ عصر حاضر میں اس قدر علمی اور اقتصادی ترقی اور پیشرفت ہونے کے باوجود وہ تمام بیماریاں اپنی حالت پر

---

(1)۔ کافی، ج2، ص 376 (2)۔ وسائل الشیعہ، ج27، ص 395

(3)۔ مستدرک الوسائل، ج1، ص 128 (5)۔ من لا یحضر، ج5، ص 3

بصورت اتم موجود ہیں۔ وہ بیماریاں درج ذیل ہیں۔

1۔ آباء و اجداد اور بزرگوں کی غلط عادات اور خرافات کی اندھا دھند تقلید کرنا۔

2۔ جھوٹی سچی پیشگوئیوں، خوابوں، انسانوں اور افواہوں پر بغیر سوچے سمجھے عمل کرنا۔

3۔ علم نہ ہونے کی صورت میں فیصلہ کرنا، تعریف یا اعتراض کرنا، لکھنا یا کوئی بات کہنا۔ تحقیق ان تمام بیماریوں کے لیے ایک شفا بخش دوا ہے جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔

اگر ہمارے معاشرے کے لوگ ہر کام کو دقّت اور تحقیق کے ساتھ انجام دیں تو معاشرہ میں موجود ان تمام برائیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

ایک نادر اور تلخ واقعہ:

جنگ خیبر کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے اسامہ بن زید کی سربراہی میں مسلمانوں کے ایک دستہ کو اُن یہودیوں کے پاس بھیجا جو فدک کے ایک گاؤں میں آباد تھے۔ تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دیں یا پھر کافر ذمی کے شرائط کو قبول کریں۔ مسلمانوں کا پیغام سننے کے بعد مِرداس نامی یہودی اپنے اہل و عیال اور مال کے ساتھ لا اِلٰہ الاّاللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہنے کے بعد مسلمانوں کی طرف چلا آیا اور ایک پہاڑ کے زیر سایۂ پناہ لے لی۔ اسامہ بن زید نے سمجھا کہ وہ واقعی مسلمان نہیں ہوا بلکہ خوف کی وجہ سے

مسلمان ہوا ہے۔ لہٰذا اُسے قتل کردیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قتل کی خبر سننے کے بعد شدید ناراض ہوئے اور قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی "اے ایمان والو جب تم راہ خدا میں جہاد کے لیے سفر کرو تو پہلے تحقیق کرلو۔ اور خبردار جو اسلام کی پیشکش کرے اس سے یہ نہ کہنا کہ تو مومن نہیں ہے۔ کہ اس طرح تم زندگانی دنیا کا چند روزہ سرمایہ چاہتے ہو اور خدا کے پاس بکثرت فواید پائے جاتے ہیں [1]۔ (کہ وہ لوگوں کو بے جا قتل یے بغیر تمہیں عطا کرسکتا ہے)۔

دِقّت اور احتیاط کام کرنا

اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں دِقت اور احتیاط سے کام کرنے کو ضروری سمجھتا ہے، من جملہ

1۔ اصول دین کے مرحلے میں تقلید کو منع کیا ہے۔ اور ہر ایک سے یہ چاہا ہے کہ اپنی عقل کی مدد سے صحیح راہ کا انتخاب کرے۔

2۔ اُمت اسلامیہ کی رہبری اور ریاست کے لیے تمام شرائط کے ساتھ ساتھ عصمت یا عدالت کو ضروری جانا ہے۔

3۔ مرجع تقلید کی شرائط میں بھی علم و عدالت کے ساتھ ساتھ ہوا و ہوس سے دوری

اور زمان شناس ہونے کی شرط کو لازم قرار دیا ہے۔

----

(1)۔ سورہ مبارکہ، نساء 95

5۔ قاضی کیلیے علم و عدالت کے ساتھ اس بات پر زور دیا ہے کہ آسودہ زندگی گزارتا ہو تاکہ فقر وفاقہ کی وجہ سے رشوت لینے پر مجبور نہ ہو۔

5۔ تجارت اور لین دین کے معاملات سے متعلق دستاویزات اور اسناد کی تنظیم کے سلسلے میں قرآن کی سب سے بڑی آیت نازل ہوتی ہے جو سورہ بقرہ میں موجود ہے۔ اسلام حتیٰ مردوں کو دفنانے کے سلسلے میں بھی دقت اور احتیاط کا حکم دیتا ہے۔ ایک دفعہ کچھ مسلمانوں نے دیکھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کسی مسلمان مردہ کی قبر نہایت ہی دِقت اور احتیاط سے بنارہے ہیں جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: کہ خدا کو یہ پسند ہے کہ مسلمان جو کام بھی کرے نہایت دقت اور احتیاط کے ساتھ اُسے انجام دے۔

قرآن کریم گفتگو کرنے کے متعلق فرماتا ہے کہ درست اور منطقی بات کرو(قُولوا قَوْلًا سَدِیداً)(١)

اس اجمالی بیان کے بعد اب اسلام میں خبر کی اہمیت کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔

اسلا م میں خبر کی اہمیت

اسلام کے نکتہ نگاہ سے خبر کو خاص اہمیت حاصل ہے من جملہ۔

1۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے "اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے مت جانا کہ روز قیامت سماعت، بصارت اور قوتِ قلب سب کے بارے میں سوال کیا

----

(1)۔سورہ مبارکہ احزاب، آیت 70

جائے گا۔[1]

2۔ قرآن نے ان افراد پر جو بغیر سوچے سمجھے خبروں کو فوراً نشر کرتے ہیں شدید اعتراض کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو فوراً نشر کردیتے ہیں حالانکہ اگر رسول ﷺ اور صاحبانِ امر کی طرف پلٹادیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کرتے۔"[2]

یعنی خبروں کو سننے کے بعد رسول ﷺ اور اولی الامر کے سامنے پیش کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کہتے ہیں، اگر وہ تصدیق کردیں تو اس کے بعد نشر کرو۔

3۔ قرآن نے ان لوگوں کے لیے جو افواہیں پھیلا کر لوگوں کو مشوش کرتے ہیں ، سخت عذاب کا وعدہ کیا ہے۔[3]

5۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے آخری حج کے دوران فرمایا: جو میری طرف سے جھوٹی خبریں نقل کرتا ہے وہ جھوٹ اٹھانے والوں میں سے ہے اور آئندہ اس کے جھوٹ میں مزید اضافہ ہوجائے گا۔ جو عمدی طور پر مجھ پرجھوٹ باندھے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جو بھی خبر مجھ سے نقل کی جائے تو اُسے قرآن اور میری سنت کی طرف پلٹاؤ اگر ان کے موافق ہو تو قبول کرینا ورنہ رد کردینا۔[4]

----

(1)۔ سورہ مبارکہ اسراء، آیت 36

(2)۔ سورہ مبارکہ نساء، آیت 83

(3)۔ سورہ مبارکہ احزاب، آیت 60

(5)۔ بحار الانوار، ج2، ص 225

5۔ امام جعفر صادق - نے ان افراد پر لعنت کی ہے جو امام محمد باقر - کی رف جھوٹی خبروں کی نسبت دیتے تھے۔ نیز فرمایا: جو خبر بھی ہماری رف سے نقل کی جائے اگر قرآن اور ہمارے باقی اقوال سے اس کی تایید ہوجائے تو قبول کرنا ورنہ رد کر دینا۔[1]

6۔ امام رضا - سے منقول ہے کہ ہمارے اقوال کی سند قرآن اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت ہے۔[2]

7۔ علوم اسلامی میں سے ایک اہم علم "علم رجال" ہے۔ جس کے ذریعہ راویان حدیث کے بارے میں تحقیق کی جاتی ہے اور خبر کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

تحقیق کا طریقہ کار

سی بھی چیز کے بارے میں تحقیق اور حصول علم اس لیے ضروری ہے تاکہ کوئی بھی کام جاہلانہ اور بے خبری کے عالم میں انجام نہ پائے۔

اسلام نے جو کہ ایک جامع اور کامل دین ہے صحیح کو غیر صحیح سے پہچاننے کے مختلف راستے بیان کیے ہیں، من جملہ۔

---

(1)۔ بحار الانوار، ج2، ص 250

(2)۔ بحار الانوار، ج2، ص 250

1۔ مستند اور مورد قبول کتب کی رف رجوع۔جیسا کہ پیغمبر اسلام ﷺ بھی توریت و انجیل کا حوالہ دیتے تھے۔ کہ میرا نام ان میں بھی موجود ہے۔(مکتوباً عندھم فی التوراۃ، والانجیل)[1]

2۔ متقی اور پرہیز گار صاحبان علم سے سوال۔ (فسئلوا اھل الذکر) [2]

3۔ دو عادل کی گواہی۔ (ذوا عدلً منکم)(۳)

5۔ ذاتی طور پر صحیح اور غلط ہونے کے بارے میں تحقیق کرنا۔ جیسا کہ نجاشی نے حبشہ کی رف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے بارے میں کی۔

5۔ قرآن کی جمع آوری؛ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان مختلف قرآن (جیسے زمان و مکان کی نوعیت وغیرہ) کی وجہ سے کسی بات کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے مثال کے طور پر اگر ہم پیغمبر اسلام ﷺ کو جاننا چاہتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہ کی۔ بت پرستی کے ماحول میں بت پرستی کے خلاف قیام کیا۔ اور آپ کا لایا ہوا کلام قرآن ہے۔ دوست اور دشمنوں کے درمیان امین اور صادق کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ صاحب حسن خلق ، عفو و در گزر کے پیکر اتم یہاں تک کہ فتح مکہ کے دن بھی در گزشت سے کام لیا۔ آپ کا لایا ہوا دین جامع، اور حق و حقانیت پر استوار و پایدار ہے۔یہ تمام قرآن آپ کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

----

(1)۔سور مبارکہ اعراف، آیہ 157

(2)۔ سور مبارکہ نحل، آیت 53۔ سور مبارکہ انبیاء، آیت 7 (3)۔ سور مبارکہ مائدہ، آیت 95

6۔ پہلی اور دوسری گفتگو میں موافقت پائی جائے ایک دوسرے کی ضد نہ ہو۔

7۔ اس کی بات دوسروں کی بات کے یکساں ہوں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص پیغمبر اسلامﷺ کی حدیث سے وہ چیز سمجھا ہے جو اس سے پہلے دوسرے بھی وہی بات سمجھے تھے تو وہ اپنے صحیح سمجھنے پر مطمئن ہوجاتا ہے۔

8۔ سی خاص آدمی کو تحقیق کے لیے بھیجنا جیسا کہ امیر المومنین - فرماتے ہیں "عینی بامغرب" جو شخص مغرب کے علاقہ میں ہے وہ میری طرف سے ناظر ہے۔ اس نے مجھے یہ خبر دی ہے۔

9۔ لوگوں کی معلومات بھی تحقیق کے لیے قابل اعتماد سند ہوسکتی ہیں۔

حضرت علی - نے فرمایا:" بلَّغنِی انّک--" لوگوں نے مجھے یہ خبر دی ہے۔

10۔ دوسروں پر اعتماد کرنا: مثال کے طور پر اگر سی حدیث پر علماء اور مراجع عظام نے اعتماد کرتے ہوئے اس کے مطابق فتوی دیا ہو۔ یا یہ کہ لوگوں نے سی شخص کو امام جماعت قرار دیا ہو تو اس قسم کا اعتماد بھی تحقیق کے مرحلہ میں سند کے طور پر قبول کیا جاسکتا ہے۔

11۔ سی شخص کا ماضی بھی تحقیق کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ آخر میری حقانیت پر کیونکر شک کررہے ہو جبکہ میں نے تمہارے درمیان زندگی گزاری ہے، تم نے میری زندگی کے تمام حالات دیکھے ہیں۔ (فَقَد

لَبِثت منکم عُمرًا)[1]

جھوٹ:

جیسا کہ اس آیت میں ہماری بحث "خبر" کی تحقیق کے بارے میں ہے زا مناسب ہے کہ یہاں جھوٹ کے بارے میں بھی مختصر ں گفتگو کریں۔

× جھوٹ نفاق کی ایک قسم ہے اس لیے کہ انسان زبان سے ایک ایسی بات کہتا ہے جس پر وہ دل سے خود بھی یقین نہیں رکھتا ہے۔ (یقولون بِأَلْسِنَتهم ما لیسَ فی قلوبِهم) [2]

×جھوٹ کبھی ایک تہمت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اس لیے کہ ایک پاکدامن کی طرف غلط نسبت دیتا ہے۔ (أرادَ بِأهلِکَ سُوئ) [3]

×جھوٹ کبھی ایک "قسم" کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے یعنی جھوٹی قسم کھانا ہے۔ (یَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ) [4]

×جھوٹ کبھی گریہ و زاری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف کے بھائی روتے پیٹتے ہوئے حضرت یعقوب کے پاس آئے کہ حضرت یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ (و جاؤا أباهُم عِشائ یَبکون) [5]

×جھوٹ کا اظہار ہمیشہ زبان سے نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی اس کا اظہار عمل سے کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف کے بھائی حضرت یوسف کی قمیص خون میں تر کرکے

----

(1)۔سورہ مبارکہ یونس، آیہ 16 (2)۔سورہ مبارکہ فتح، آیہ 11

(3)۔ سورہ مبارکہ یوسف، آیت 25 (5)۔ سورہ مبارکہ توبہ، آیت 75 (5)۔ سورہ مبارکہ یوسف: 16

لائے اور اپنی بات کو عملی جامہ کے ذریعہ بیان کیا۔ (بِدَمٍ كَذِب)[1]

×اسلام نے مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے۔ [2]

×جھوٹ اکثر برائیوں کی جڑ ہے۔[3]

×جھوٹ انسان کے ایمان کا مزہ چھکنے میں رُکاوٹ [4] اور بے ایمانی کا باعث ہے۔ [5]

×امام محمد باقر - نے فرمایا کہ جھوٹ سے بدتر کوئی چیز ٔ یں ہے۔

×جھوٹوں سے دوستی مت کرو اس لیے کہ ان کی دوستی سراب کی مانند ہے۔

----

(1)۔ سور مبارکہ یو ، آیت 18

(2)۔ کافی، ج2، ص 338

(3)۔کافی، ج2، ص 337

(5)۔ کافی، ج2، ص 350

(5)۔ کافی، ج3، ص 339

آیت نمبر 7 اور 8

وَاعْلَمُوا ۤنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِى كَثِيرٍ مِنَ الْ ۤمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللهَ حَبَّبَ ۤلَيْكُمُ الْ ۤيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِى قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ ۤلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۤوْلَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ (٧) فَضْلًا مِنَ اللهِ وَنِعْمَةً وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ(٨)

ترجمہ:

اور یاد رکھو کہ تمہارے درمیان خدا کا رسول موجود ہے ۔ اگر بہت ں باتوں میں تمہاری بات مان یتا تو تم زحمت م-یں پ-ڑ جاتے لیکن خدا نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنادیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا ہے۔ اور کفر، فسق اور معصیت ک-و تمہارے لیے ناپسندیدہ قرار دے دیا ہے اور درحقیقت یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (7) ۔ اللہ کا فضل اور اس کی نعم-ت ہے اور اللہ۔ سب کچھ جاننے والا بھی ہے۔ اور صاحب حکمت بھی ہے۔(8)

نکات:

گ شتہ آیت میں ۔ بات زری ہے کہ ایک شخص (ولید بن عتبہ) نے رسول ﷺ اور لوگوں سے آکر ۔ جھوٹ کہہ دیا ک-۔ بنی مصطلق کے لوگ ہم سے جنگ کے لیے تیار ہیں۔ زا لوگوں نے بغیر سوچ سمجھے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں۔ اور وہ اس

بات کی بھی توقع رکھتے تھے کہ پیغمبر اسلامﷺ ان کی حمایت کریں۔ اچانک آیت نازل ہوئی کہ خبردار پہلی بات یہ ہے کہ جب بھی فاسق خبر لائے تو پہلے اس کی تحقیق کرو پھر اقدام کرو۔ دوسری بات یہ کہ لوگوں کو پیغمبرﷺ کے تابع فرمان ہونا چاہیے نہ یہ کہ الہی نمائندہ فاسق کی جھوٹی خبر کے نتیجے میں لوگوں میں ابھرنے والے جذبات اور جوش و خروش کا تابع ہو۔

O ہم روایات میں اس بات کا مطالعہ کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو پہچاننے کا معیار مومنین سے آپ کا رابطہ اور تعلق ہے۔ اگر صاحبان ایمان آپ کے نزدیک محبوب ہوں تو آپ حق پر ہیں اور اگر گناہ گار لوگ محبوب ہوں تو پھر آپ حق پر نہیں ہیں۔ (1)

O روایات کی روشنی میں اس آیت میں (حَبَّبَ الیکم الایمان) ایمان سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب؈ ہیں اور کفر، فسق اور معصیت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اہل بیت؈ کے خلاف جنگ کی۔ (2)

O امام جعفر صادق؈ سے مروی ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا: جو شخص صرف کھانے پینے کی چیزوں کو خدا کی نعمت سمجھے۔ اُس کا عمل کم اور اس کا عذاب نزدیک ہے۔

O ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص نیکیوں سے محبت اور برائیوں سے نفرت کو نعمت نہ سمجھے اس نے کفران نعمت کیا ہے اس کا عمل اکارت اور اس کی ہر کوشش بے کار ہے۔

---

(1)۔کافی، ج2، ص 126　(2)۔ کافی، ج1، ص 526

O رشد و ترقی خدا کا ایک تحفہ ہے جو انبیاء کو عطا کیا گیا ہے۔ (وَ آتینا ابرَاهِیمَ رُشْدَه')[1] انبیاء کا کام بھی لوگوں کو رشد و ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ (یَا قوم اتّبِعُونَ أَهْدِیکم سَبِیلَ الرّشَاد!)[2] انبیاء کرام خود بھی ہمیشہ رشد و ترقی کی راہ کی تلاش میں رہتے تھے جیساکہ حضرت موسیٰ - صحراء و بیابان میں حضرت خضر - کی تلاش میں جاتے ہیں۔ تاکہ رشد و ترقی کی راہ کو پالیا جائے۔ (هل اتّبعک علی أنْ تُعلّمَن ممّا عُلمتُ رُشْدًا) [3] ایمان رشد و ترقی کا پیش خیمہ ہے (و لیومنوا بی لعلّهم یرشدون) [4] اس کے علاوہ کتب آسمانی کو بھی رشد و ترقی کا وسیلہ بیان کیا گیا ہے (یَهْدِی الی الرُّشد)[5] بہرحال قرآن میں رشد و ترقی سے مراد معنوی رشد و ترقی ہے اور یہ انسان کی کوتاہ فکری ہے کہ وہ فقط دنیاوی ترقی کو رشد و ترقی سمجھتا ہے۔

O اگر کسی معاشرے کی ریاست و رہبری، معصوم یا عادل شخص کے پاس نہ ہوتو وہ حاکم استبدادیت کا شکار ہوسکتا ہے۔ کہ جس میں رشد و ترقی کا کہیں نام و نشان نہیں ہوتا

ہے۔ (وَمَا أَمرُ فِرْعَون بِرَشید) [6] لیکن اگر حاکم وقت معصوم یا امام عادل ہو تو

معاشرہ کی رُشد و ترقی کی راہ کھلی ہوتی ہے۔ (اُوْلَئِکَ هُم الرَّاشِدُونَ)

----

(1)۔ سورہ مبارکہ انبیاء، آیت 51

(2)۔ سورہ مبارکہ غافر، آیت 38

(3)۔سورہ مبارکہ کہف ، آیت 66

(5)۔ سورہ مبارکہ بقرہ ، آیت 186

(5)۔ سورہ مبارکہ جن، آیت 2

(6)۔ سورہ مبارکہ ہود، آیت 97

پیغامات:

1۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ شرمندہ نہ ہوں تو انبیاء کی طرف رجوع کریں گزشتہ آیت کے آخر میں ندامت اور شرمندگی کے بارے میں بحث تھی اور اب اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ندامت اور شرمندگی سے بچنا چاہتے ہو تو موجود پیغمبروں کی طرف رجوع کرو۔ (نادمین- واعلموا ان فیکم رسول اللّٰہ)

2۔ انبیاء کرام اور رہبران الٰہی کا ہونا معاشرہ کے لیے ایک امتیاز ہے۔ "فیکم رسول اللّٰہ" کہا ہے نہ "رسول الله منکم"

3۔ رہبر اور حاکم کا وجود لوگوں کی دسترس میں ہونا چاہیے اور لوگوں کو بھی اس سے خوب استفادہ کرنا چاہیے۔ (أَنَّ فِیکُمْ رَسُولَ اللهِ)

5۔ پیغمبر ﷺ سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ لوگوں سے مشورہ لیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس بات کی توقع رکھنا کہ پیغمبر لوگوں کی اطاعت کرے یہ غلط ہے۔ (لَوْ یُطِیعُکُمْ --- لَعَنِتُّم---)

5۔ لوگوں کی تمام مشکلات انبیاء سے دوری اور خواہشات نفسانی کی پیروی کی وجہ سے ہیں۔ (لَوْ یُطِیعُکُمْ --- لَعَنِتُّم---)

6۔ رہبر اور حاکم عصر کو مستقل مزاج ہونا چاہیے۔ اگر فتنہ و فساد ، اور لوگوں کی مختلف آراء اس کے ارادہ اور اس کی رائے پر اثر انداز ہو کر اُسے سست کردیں تو معاشرہ مختلف مشکلات سے دوچار ہوسکتا ہے۔ (لَوْ یُطِیعُکُمْ لَعَنِتُّم) ہمارا دشمن بھی یہی چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرہ کے حاکم اور رہبر کی رأی کو سست کردیا جائے جیسا کہ قرآن

میں ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ (و دّوا ما عَنْتم---) [1]

7۔ بعض موارد پر انعطاف ضروری ہے۔ (فِي كَثِيرٍ مِنْ الْ َمْر)

8۔ جہاں پر خدا اور رسول کا حکم معلوم نہ ہوسکے وہاں مشورہ کیا جاسکتا ہے اور لوگوں کے ہم خیال اور ہم فکر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے (فِي كَثِيرٍ مِنْ الْ َمْر) لہٰذا اس قسم کی مثال موجود ہے جہاں لوگوں سے مشورہ کرنا مشکلات کا سبب نہ بنا۔

9۔ مذہب کی طرف مائل ہونا ایک فطری عمل ہے جوخداوند عالم نے انسان کی سرشت میں رکھا ہے۔ (حَبَّبَ ِلَيْكُمْ الْ ِيمَانَ---) (روایات میں ہے کہ حق ، اولیاء خدا، اور مومنین سے محبت کرنا خداوند متعال کے خاص لطف میں سے ہے۔

10۔ محبت ایمان سے ہے۔ لیکن جبر اور سینہ زوری ایمان نہیں ہے۔ (حَبَّبَ ِلَيْكُمْ الْ ِيمَان ---)

11۔ ایمان دل کی زینت اور خوبصورتی کا نام ہے (و زَيّنَه في قلوبكم) جس طرح پہاڑ، دریا، معادن، پھول، آبشاریں، اور جو کچھ زمین پر ہے سب زمین کی زینت اور خوبصورتی ہیں (إنّا جَعَلْنَا ما على الارض زينة لها) (بے شک انسان کے معنوی کمالات اس کی زینت اور خوبصورتی ہیں اور مادی جلوے سب زمین کی زینت ہیں۔

12۔ تولی اور تبری ایک ساتھ ہونے چاہییں۔ اگر ہمیں ایمان سے محبت ہے تو کفر و

----

(1)۔سورہ مبارکہ آل عمران، آیت 118

فسق اور معصیت سے نفرت ہونی چاہیے۔ (حَبَّبَ ِلَیْکُمْ الْ ِیمَانَ ---کَرَّہَ ِلَیْکُمْ الْکُفْر---)

13۔ دل سے انکار کرنا اور برا سمجھنا انسان کے طغیانگر اور باغی ہونے کا پیش خیمہ ہے ابتداء میں ارشاد فرمایا "الکفر" اور پھر فرمایا: الفسوق والعصیان-

15۔ کفر انسانی فطرت سے ہٹنے کا نام ہے (حَبَّبَ ِلَیْکُمُ الْ ِیمَانَ ---کَرَّہَ ِلَیْکُمْ الْکُفْر---)

15۔ کفر، فِسق اور معصیت ایمان کی آفات ہیں (حَبَّبَ ِلَیْکُمْ الْ ِیمَانَ ---کَرَّہَ ِلَیْکُمْ الْکُفْر---)

16۔ برائیوں سے نفرت ایک فطری عمل ہے (کَرَّہَ ِلَیْکُمْ الْکُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْیَانَ---) اور یہ نفرت انسان کی ترقی اور پیشرفت کے لیے اصل اساس ہے۔ (ُوْلَئِکَ هُمُ الرَّاشِدُونَ)

17۔ جو لوگ کفر، فسق اور معصیت سے نفرت نہیں کرتے وہ معنوی ترقی اور پیش رفت نہیں کر پاتے (کَرَّہَ --- ُوْلَئِکَ هُمُ الرَّاشِدُونَ)

18۔ نعمتوں کا انحصار فقط مادی چیزوںپر نہیں ہے بلکہ ایمان سے محبت اور کفر، فسق اور معصیت سے نفرت ایک بہت بڑی نعمت خداوندی ہے (حَبَّبَ---کَرَّہَ ---فَضْلًا مِنْ اللهِ وَنِعْمَۃ)

19۔ ایمان کی طرف مائل ہونا بھی لطف خداوندی ہے (حَبَّبَ ِلَیْکُمْ الْ ِیمَانَ --

-فَضْلًا مِنْ اللهِ وَنِعْمَةَ)

ایمان اور علم کا تعلق:

ایمان اور علم ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ ایمان کا درجہ علم سے بڑا ہے اس لیے کہ ایمان کا تعلق محبت سے ہے۔ جیسا کہ ولی، سردار، حاکم، بادشاہ اور سلطان جیسا نہیں ہے اور اسی طرح خمس، زکاۃ اور دوسری مالیات کی طرح نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ جیسا کہ ایک مومن انسان بہت سی چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ لیکن اُن میں سے ہر ایک سے محبت نہیں کرتا ہے مثال کے طور پر پہاڑوں کی بلندی سمندروں کی گہرائی۔ گزشتہ حکومتوں کی مدت اور اسی طرح ہزاروں مسائل کا علم رکھتا ہے۔ نیز بہت سی چیزوں کی تعداد سے آگاہ ہے لیکن اُن سب سے محبت نہیں کرتا۔ لیکن جس چیز کی بنیاد خدا کے ایمان اور اعتقاد پر استوار ہے اِس سے محبت کرتا ہے اور یہ محبت اور یہ عشق خدا کی طرف سے ایک ہدیہ ہے۔ جو انسان کی فطرت میں اُسے عطا کیا گیا ہے۔ کفار درحقیقت اپنی ہٹ دھرمی سے اپنی فطرت کو تبدیل کرتے ہیں۔ (حَبَّبَ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانَ)

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بات خمس اور زکاۃ کی آتی ہے تو اس میں ایک قسم کی قداست اور پاکیزگی پائی جاتی ہے کیونکہ اس کا تعلق خدا پر اعتقاد اس کے انتخاب اور اس کے قرب سے ہے۔ اس لیے مالیات تمام لوگ ادا تو کرتے ہیں مگر مالیات کے لینے والے سے محبت نہیں کرتے لیکن خمس و زکات ادا کرنے والے لوگ جب اپنی مرجع تقلید کو اس کی ادائیگی کرتے ہیں تو اُس سے نہایت محبت کرتے ہیں۔

آیت نمبر 9

وَ ِنْ طَائِفَتَانِ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَ َصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَ ِنْ بَغَتْ ِحْدَاهُمَا عَلَى الْ ُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِى تَبْغِى حَتَّى تَفِيئَ ِلَى َمْرِ اللهِ فَ ِنْ فَائَتْ فَ َصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ َقْسِطُوا ِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ -

ترجمہ:

اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جھگڑا کریں تو تم سب ان کے درمیان صلح کراؤ اس کے بعد اگر ایک، دوسرے پر ظلم کرے تو سب مل کر اس سے جنگ کرو جو زیادتی کرنے والا گروہ ہے یہاں تک کہ وہ بھی حکم خدا کی رف واپس آجائے پھر اگر پلٹ آئے تو عدل کے ساتھ اصلاح کرو اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

نکات:

اس سور کا آغاز آداب معاشرت سے ہوا ہے۔

ال : خدا اور رسول سے ملاقات کے آداب، ان پر سبقت نہ لینا (لا تقدموا)

ب: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا ریقہ (ان کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کرنا)

ج: فاسق سے پیش آنے کا ریقہ اور یہ کہ اس کی دی ہوئی خبر کی تحقیق کرنا۔

د: باغی اور سرکش سے سختی کے ساتھ پیش آنا۔

ھ: مومن کے ساتھ محبت و پیار اور نرم مزاجی کے ساتھ پیش آنا (آنے والی آیات میں)

O حدیث میں ہے کہ اپنے مومن بھائی کی خواہ ظالم ہی کیوں نہ ہو مدد کرو اور اس کی مدد یہ ہے کہ اُسے ظلم نہ کرنے دو اور اگر مظلوم ہو تو اس کا حق دینے میں اس کی مدد کرو۔ [1]

O مسلمانوں کو حکومت ، قدرت ، تعلیم و تربیت،اتحاد، نشرو اشاعت و تبلیغ گویا زندگی کے ہر شعبہ میں مضبوط سے مضبوط تر ہونا چاہیے ورنہ ہم آج کے جدید اور ترقی یافتہ دور میں عامی دہشت گردوں اور ظاموں سے بدلہ نہیں لے سکتے اگر ظالم اور باغی کو کیفر کردار تک پہنچانا واجب ہے تو اس کا مقدمہ یعنی اسلامی حکومت کی تشکیل بھی واجب ہے۔

پیغامات:

اس آیت سے بہت سے درس لیے جاسکتے ہیں ہم اُن میں سے چند کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

1۔ ایمان، لڑائی اورجھگڑے کے مانع نہیں ہے لیکن مومنین کے درمیان کبھی کبھار نہایت مختصر مدت کے لیے پیش آتا ہے ۔ اور دوام نہیں رکھتا اس لیے کہ کلمہ "اقْتَتَلُوا"

----

(1)۔ وسائل الشیعہ، ج12، ص 212

ا ں بات کی رف اشارہ ہے اِس لیے کہ اگر اُن کے درمیان لڑائی اور جھگڑا دائمی ہوتا تو کلمہ "یقتلون" استعمال ہوتا ۔

2۔ ٔ بحث کے آداب میں سے ہے کہ برائی کی نسبت براہ راست مخاطب کی رف ۔ دیں ا ں لیے کہا گیا ہے کہ ۔ اے مومنین آپ لوگ ایے ٔ یں ہیں "اقْتَتَلُوا"

3۔ جنگ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ سب کو اپنی پیٹ میں لے یتی ہے اور صرف دو گروہ تک محدود ٔ یں رہتی۔ ا س لیے فرمایا ہے "اقْتَتلُوا" جمع کا صیغہ ہے۔ اگر ایسا ۔ ہوتا تو کلمہ "اقْتَتلا" استعمال ہوتا۔

5۔ ٔ لمانوں کو ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہتے ہوئے مشکلات کی چارہ جوئی کرنی چاہیے اور رگ لاپرواہی ٔ یں کرنی چاہیے۔

5۔ دوستی اور صلح کرانے میں جلدی کرنی چاہیے اور بغیر سی تاخیر کے اقدام کرنا چاہیے۔کلمہ "فاصّ وا" میں حرف ف اء جلدی اور عدم تاخیر پر دلالت کرتا ہے۔

6۔ اگر دو گرہوں میں سے ایک تجاوز اور سرکشی کرے تو سب کو فوراً اس کے خلاف جمع ہوجانا چاہیے (فَِنْ بَغَتْ - --- فَقَاتِلُوا الَّتِی تَبْغِی)

7۔ اگر امن و آمان اورعدالت کے قیام کی خا ر باغی افراد کے قتل کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو ان کا خون مباح ہے اور ا ٔ یں قتل بھی کیا جاسکتا ہے (فَِنْ بَغَتْ -- فَقَاتِلُوا---)

8۔ تجاوز گری اور بغاوت کا سختی سے مقابلہ کرنا چاہیے (فَِنْ بَغَتْ ---

(فَقَاتِلُوا) اسلامی نکتہ نظر کے مطابق سرکش اور باغی کو ہرگز مہلت اور فرصت نہیں دینی چاہیے۔

9۔ باغی کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ، ٹال مٹول، سہل انگاری اور سستی سے کام نہ لیں (فقاتلوا) میں فاء فوری انجام دینے کی طرف اشارہ ہے۔

10۔ باغی کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے اس کے اہل و عیال کو ایذاء نہیں پہنچانی چاہیے بلکہ خود اس شخص کو سزا دینی چاہیے (فَقَاتِلُوا الَّتِی تَبْغِی)

11۔ باغی کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کسی قسم کی رعایت نہ کریں۔ باغی اپنا جاننے والا ہو یا غیر (فَقَاتِلُوا الَّتِی تَبْغِی)

12۔ مسلمانوں کا قیام ایک مقدس ہدف رکھتا ہے۔ (حَتَّى تَفِيئَ إِلَى)

13۔ جنگ ہدف کے حصول تک جاری رہے گی۔ (حَتَّى تَفِيئَ إِلَى أَمْرِ اللهِ) گھنٹے، دن اور مہینے کی قید نہیں ہے۔ جیسا کہ بیمار کا ڈاکٹر کے پاس معالجہ کے لیے جانا صحت یابی تک جاری رہنا چاہیے۔

15۔ باغی کو کیفر کردار تک پہنچانے میں نہ تو ذاتی، قومی، گروہی مفادات وابستہ ہوتے ہیں اور نہ ہی انتقام یا خودنمائی، اور غم و غصہ کم کرنا مقصود ہوتا ہے بلکہ اس میں ایک خاص ہدف پایا جاتا ہے اور وہ باغی کا راہ راست پر آنا ہے۔ (حَتَّى تَفِيئَ إِلَى أَمْرِ اللهِ)

15۔ اگر باغی سرکش راہ راست پر آنا شروع ہوجائے تو اس کے خلاف جنگ کو روک دیا جائے۔ اس لیے کہ جنگ روکنے کی یہ شرط نہیں کہ باغی صد در صد راہ

راست پر آچکا ہو(حَتَّى تَفِيءَ)

16۔ لڑائی جھگڑے کے دوران اگر یہ معلوم نہ ہوسکے کہ خطا کار اور باغی کون ہے تو پھر ایسے میں فتنہ و فساد کو ختم کرکے صلح و صفائی کی کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن اگر یہ پتہ چل جائے کہ باغی اور خطا کار فلاں گروہ ہے تو پھر صلح و صفائی مظلوم کا دفاع کرتے ہوئے اس انداز میں ہونی چاہیے کہ مظلوم کو اپنا حق مل جائے (فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ)

17۔ مسلمانوں کا وظیفہ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق بدل جاتا ہے کبھی اس کا وظیفہ جنگ اور کبھی صلح و صفائی ہے اس آیت میں دوبار کلمہ اصلحوا آیا ہے نیز کلمہ "قاتلوا "بھی آیا ہے۔

18۔ دو گروہ کے درمیان صلح و صفائی کیلیے جنگ میں نتیجتا بھی نقصان ہو وہ باغی سے لیا جائے گا۔ "بالعدل" حضرت امیر المومنین - سے منقول ہے کہ جو امت قوی اور قدرت مند سے ضعیف اور کمزور کا حق نہ لے سکے اس کی کوئی قدر ومنزلت نہیں ہے۔ (1)

19۔ جہاں بھی کوتاہیوں لغزشوں اور غضب و غرائز کی بھرمار ہو تو وہاں مسلسل و ونظارت کی ضرورت ہے۔ (بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا --- يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ)

20۔ ایسی اصلاح قابل تعریف و تمجید ہے جس میں صاحب حق کو اپنا حق مل

----

(1)۔ کافی، ج5، ص 56

جائے۔ ورنہ وہ زبردستی کی خاموشی ، ذلت اور رسوائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے (اصلحوا --- اقسطوا)

21۔ جہاں بھی بات مشکلات کے تحمل کی ہو۔ وہاں دیرینہ اور پرانی محبت سے فائدہ اٹھانا چاہیے (اِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ
)

22۔ وہ لوگ خدا کے محبوب قرار پاتے ہیں جو عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں ورنہ عدل و انصاف کے بغیر مد مقابل کو خاموش کردینا خدا کی محبت کا سبب نہیں ہے۔ (يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ)

نمونے:

× وہ آیت جس کی تلاوت کی وجہ دونوں ہاتھ کٹ گئے۔

جنگ جمل کے دوران جب جنگ کی آگ بھڑکنا ہی چاہتی تھی تو حضرت علی - نے انہیں جنگ شروع کرنے سے روکا۔ عائشہ کے طرفداروں نے امام - کے رونے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ تو امام علی - نے خدا کی بارگاہ میں اس بات کی شکایت کی کہ لوگ ان کی بات نہیں سن رہے او ان کی نافرمانی کررہے ہیں ایسے میں آپ نے قرآن ہاتھ میں لیا اور کہا کہ کون ہے جو اس آیت (وان طائفتان من المومنين---) کو لوگوں کے سامنے جاکر تلاوت کرے۔ مسلم مجاشعی نامی شخص آیا اور کہا میں لوگوں کے سامنے اس آیت کی تلاوت کروں گا۔ امام - نے فرمایا: کہ تیرے ہاتھ کاٹ کر تجھے شہید کردیا جائے گا تو اس نے جواب دیا "هذا قليل فى ذاتِ اللّه" یعنی خدا کی راہ میں تو یہ

کچھ بھی نہیں ہے۔ اس نے قرآن لیا اور عائشہ کے لشکر کے سامنے آکر لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینا شروع کردی۔ تاکہ جنگ و خونریزی نہ ہو ایسے میں اس کا سیدھا ہاتھ کاٹ دیا۔ تو اس نے قرآن الٹے ہاتھ میں لیا اور جب اس کا الٹا ہاتھ کاٹ دیا تو قرآن کو دانتوں میں لے لیا اور آخر کار عایشہ کے لشکریوں نے اُسے شہید کردیا۔ حضرت علی - نے اُس کی شہادت کے بعد حملہ کا فرمان جاری کیا۔ [1]

جی ہاں ابتداء میں قرآن کے ذریعہ تبلیغ اور اتمام حجت کرنی چاہیے اس کے بعد شجاعت اور بہادری کے ساتھ ہدف کے حصول تک آخری سانس تک لڑتے رہنا چاہیے۔

عدالت:

جیسا کہ اس آیت میں تین مرتبہ عدالت سے متعلق گفتگو موجود ہے۔ (فاصلحوا بینھما بالعدل و اقسطوا انّ اللّٰہ یحب المقسطین)اس لیے مناسب ہے کہ یہاں عدالت کے بارے میں مختصر سی بحث کی جائے۔

1۔ انسان کی خلقت اور پیدائش حق و عدالت کے تحت ہے۔ "بالعدل قامت السّموات"[2]

2۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد بھی یہ تھا کہ لوگ عدل و انصاف سے کام یں (یقوم

----

(1)۔ بحار، ج32، ص 175 (2)۔ بحار، ج33، ص 593

الناس بالقسط) [1]

3۔ عدالت زندگی اور ظلم موت ہے۔ "العدل حیاة والجور ممات" [2]

5۔ ایک ھنٹہ عدالت سے کام ینا ستر سال کی ایسی عبادت سے افضل ہے کہ جس مـیں دن بھـر روزہ اور رات کـو شـب بیداری کی ہو۔ [3]

5۔ عادل رہبر کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ [4]

6۔ اگر لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لیا جائے تو خدا کی رف سے رزق و برکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ [5]

7۔ امام مو ن کا م - سے مروی ہے کہ اگر تمام لوگ عدل سے کام یں تو سب کے سب بے نیاز ہوجاہیں گے۔ [6] نیـز فرمایا کہ عدالت شہ ر سے زیادہ شیرین ہے۔

8۔ امام مو ن کا م - نے اس آیت (یحیی الارض بعد موتھا) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: خداوند مردہ زمین کـو زنـدگی عطا کرے گا۔ یعنی خداوند ایے افراد کو مبعوث کرے گا کہ جو عدل و انصاف کو قائم کریں گے اور زمین عدل و انصاف کے قیام سے زندہ ہوجائے گی۔ [7]

----

(1)۔ سور مبارکہ حدید، آیت 25

(2)۔ آثار الصادقین ،ج12، ص 530

(3)۔ جامع السادات، ج2، ص 223

(5)۔وسائل الشیعہ، ج7، ص 108

(5)۔کافی، ج3، ص 569

(6)۔ کافی، ج1، ص 551

(7)۔ کافی، ج7، ص 275

9۔ حضرت فاطمہ ز را × سے منقول ہے کہ عدالت دلوں کے لیے آرام و سکون کا باعث ہے۔[1]

(جی ہاں لوگ فقر و فاقہ کے ساتھ تو زندگی گ ار سکتے ہیں مگر نا انصافی اور بے عداتی کو برداشت ئیں کرپاتے اور جلد ہی ‎ م

و غصہ کا اظہار کرنے لگتے ہیں)

مکتب انبیاء میں عدالت کی اہمیت

عام طور سے عدالت یعنی قانون کی پابندی اور بے عداتی یعنی قانون کی خلاف ورزی کو کہتے ہیں۔ اگر سی کس نظ۔ر م۔یں خ۔ود قانون ہی کی کوئی اہمیت نہ ہو تو پھر وہ کس رح اس پر عمل کرسکتا ہے۔

ایسا قانون جو خود ہم انسانوں نے بنایا ہو۔ ایسا قانون جو ر روز تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ ایسا قانون جس سے شخصی اور قومی مفادات وابستہ ہیں۔ ایسا قانون جو غیر پختہ افکار، محدود اطلاعات ، ہوا و ہوس ملک اور قوم پرستی ، خوف اور خواہشات نفسانی کا نتیجہ ہے۔

ایسا قانون جو ر زمان و کان کے حساب سے تبدیل ہوجاتا ہے اور ر طاقتور اسے اپنے حق میںبدل دیتا ہے۔ ایسا ق۔انون کے جس کے بنانے والے خود اُس پر بہت سے اعتراض اور اس کے نقائص بیان کرتے ہیں اور وہ خود بھی اُس پر عمل ئیں کرتے۔

---

(1)۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج3، ص 567

کیا یہ قوانین انسان کو پاکیزگی اور قداست عطا کرسکتے ہیں اور معاشرہ کے لیے عزت ، شرافت فراہم کرسکتے ہیں کیا اس قسم کے قوانین کی خلاف ورزی ظلم اور بے انصافی ہے؟

لیکن وہ قوانین جو انسان کے پیدا کرنے والے کے علم و حکمت اور لطف و کمال کا نتیجہ ہیں۔ جنکا لانے والا معصوم اور خود سب سے پہلے اُن قوانین پر عمل کرنے والا ہے۔ ایسا قانون جو کسی بھی ذات ، قدرت اور گروہ سے متاثر نہیں ہے۔ ایسا قانون جو انسان کی پاکیزگی کرامت اور قدرت کا باعث ہے ایسے قانون پر عمل کرنا زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس کی خلاف ورزی ظلم اور خلاف عدالت ہے۔

اعتقادی اور فطری عدالت کا زمینہ

عقیدہ توحید میں عدل ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ ہر مسلمان خداوند عالم کو عادل، ہر چیز کو منظم اور خدا کے اختیار میں سمجھتا ہے۔ اس عقیدہ کے تحت انسان تمام انسانوں کی ابتداء خاک اور انتہا قیامت میں خداوند متعال کی عدالت میں حاضر ہونا جانتا ہے۔

ادیان الٰہی کے نکتہ نگاہ سے تمام انبیاء کرام کے آنے کا مقصد قیام عدل ہے۔ آخری امام حضرت امام زمانہ کے انتظار کے عقیدہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ آکر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ قیامت پر یقین ایک ایسا عقیدہ

ہے جو اس بات پر استوار ہے کہ زمین کا ہر خشک و تر مکمل نظم و ضبط کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو گا۔ خدا کی طرف سے برگزیدہ انبیاء و رسل اپنے آپ کو عادل اور عدالت کا قائم کرنے والا کہلواتے ہیں۔

جی ہاں عقائد، انسان میں عدالت کے قیام کا بہترین پیش خیمہ ہیں لیکن جو اس کائنات کو لاوارث اور بے نظم سمجھتا ہو خلقت اور مخلوق کو حادثہ کا نتیجہ سمجھتا ہو اور موت کو نیستی و نابودی تصور کرتا ہو، پوری دنیا کو بغیر ہدف کے اور عبث تصور کرتا ہو ایسے آدمی کے پاس عدالت کے قیام کے لیے کوئی مقدمہ فراہم نہیں ہے۔

جی ہاں یہ ممکن ہے کہ چند ایک روز کے لیے معاشرتی دباؤ یا جرائم اور قانونی سزاؤں سے بچنے یاپھر لوگوں کی جانب محبت اور سب نظر کی وجہ سے خطا نہ کرے اور عارضی طور پر کچھ عرصے کے لیے عدل و انصاف سے کام لے۔ لیکن یہی شخص کیوں کہ کائنات اور موجودہ اشیاء کو عبث اور بغیر ہدف کے سمجھتا ہے اور ان مادی نظریات کی وجہ سے عدالت کو دل سے قبول نہیں کرتا ہے۔

عدل کی وسعت:

عدالت اسلام کا ایک ایسا بنیادی رکن ہے کہ خدا کی توحید کے بعد اصول دین میں شمار ہوتا ہے۔ جیسا کہ مرجع تقلید، امام جمعہ و جماعت، قاضی اور بیت امال کے خزانچی میں بھی عادل ہونے کی شرط ہے۔ اگر ہم غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ اسلام کے ہر قانون میں عدالت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور ہر مرحلہ اور مسلہ میں ہر قسم کی افراط و تفریط سے روکا گیا ہے من جملہ۔

1۔ عبادت میں عدالت۔ یہاں تک کہ احادیث کی کتب میں ایک باب بعنوان "الاقتصاد فی العبـادة" موجـود ہے جـس مـیں ان روایات کو بیان کیا گیا ہے جو عبادت میں میانہ روی کو بیان کرتی ہیں۔

2۔ کام کاج اور تفریح میں عدالت۔

3۔ غیض و غضب اور محبت میں عدالت۔

5۔ دوست اور دشمن دونوں کے لیے عدالت۔

5۔ ملامت و سرزنش اور تعریف و تمجید میں عدالت۔

6۔ پیداوار اور استعمال میں عدالت۔

7۔ بیت المال کی تقسیم بندی اور وصیت میں عدالت۔

8۔ اہل و عیال اور دوست احباب کے درمیان عدالت۔

9۔ قضاوت اور فیصلہ کے دوران عدالت۔

10۔ قصاص میں عدالت۔

11۔ جنگ میں عدالت۔

12۔ حیوانات کے ساتھ برتاؤ میں عدالت۔ یہاں تک کہ امام علی - زکات کی جمع آوری کرنے والے شخص سے یہ فرماتے ہیں کہ زکات میں ملے ہوئے جانوروں پر سواری میں بھی عدالت سے کام لینا۔ [1] مثال کے طور پر اگر زکات میں چار اونٹ

----

(1)۔ نہج البلاغہ، مکتوب 25

ملے اور تم دو گھنٹے سفر میں ہو تو ہر اونٹ پر آدھا گھنٹہ سوار ہونا۔ ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حاجی جلدی مکہ پہنچنے کی وجہ سے اپنے جانور کو حد سے زیادہ تھکا دے تو اس کی گواہی مسائل حقوق میں قبول نہ کرو اس لیے کہ اس نے اپنے جانور پر ظلم کیا ہے۔ (1)

بہرحال اسلام کی ہر چیز میں عدالت سے کام لیا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر مسجد میں کسی مقام پر کوئی بچہ بیٹھا ہوا ہو اور آپ اُسے اٹھا کر وہاں نماز ادا کریں تو ایسی صورت میں نماز میں اشکال ہے۔ (2)

نمونے:

×قرآن کریم نے اہل حجاز کو۔ جو اپنے کو دوسروں سے برتر اور جدا تصور کرتے تھے۔ حکم دیا کہ اُسی طرح حج ادا کرو جس طرح دوسرے لوگ حج ادا کرتے ہیں(آفیضوا من حیث افاض النّاس) (3)

جب بھی ثروت مند افراد انبیاء سے یہ چاہتے تھے کہ وہ فقراء کو اپنی بارگاہ سے نکال دیں تو یہی جواب سنتے تھے(مأ انا بِطَارد الّذین اٰمنوا) (4)

×پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے آخری سفر میں تمام لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: تمام مسلمان چاہے وہ کسی بھی قوم و قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں برابر ہیں۔ (5)

----

(1)۔وسائل الشیعہ،کتاب الحج (2)۔ توضیح المسائل (3)۔ سورہ مبارکہ بقرہ، آیت 199

(5)۔ سورہ مبارکہ ہود، آیت 29 (5)۔ سفینۃ البحار، ج2، ص 358

بعض سیاستدان اور مصلحت پسند افراد نے مولائے کائنات حضرت علی - سے عرض کیا کہ فقراء اور غلاموں کا حصہ، ان کے حصے سے الگ کرکے قوم کے بڑے لوگوں کو زیادہ حصہ دیا جائے۔ تاکہ حکومت کی جڑیں مضبوط ہوجاہیں اور وہ سی قسم کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اور وہ معاویہ سے ملحق نہ ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: کہ کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ میں انہیں خراج (ٹیکس) ادا کروں اگر ایسا نہ ہوگا جس کا دل چاہے رکے اور جس کا دل چاہے چلا جائے۔ [1] نیز امام - ہی نے اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں فرمایا تھا کہ مجھ سے پہلے بیت امال سے جتنا بھی پیسہ بے جا مصرف ہوا ہے۔ وہ سب واپس بیت امال میں پلٹا دیا جائے گا چاہے اس سے غلام خریدے ے ہوں یا بطور مہر ادا کیا گیا ہو۔ [2]

×حضرت علی - نے فرمایا: کہ جب میں اپنے ذاتی مال کو بغیر مساوات کے تقسیم نہیں کرسکتا تو پھر خدا کے مال (بیت امال) کو کس طرح مساوات کے بغیر تقسیم کروں۔ [3]

×پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جو سب سے پہلے جہنم میں جائے گا۔ وہ حاکم ہے جو عدل و انصاف سے کام نہ لے۔ [4]

×اگر سی شخص کے زیر کفالت دس افراد ہوں اور وہ ان کے درمیان عدالت سے کام نہ لے تو وہ قیامت میں اس طرح محشور کیا جائے گا کہ اس کے ہاتھ پیر بندھے

----

(1)۔ وسائل الشیعہ، ج15، ص 107

(2)۔نہج البلاغہ، خطبہ 15

(3)۔ نہج البلاغہ، خطبہ 126

(5)۔ میزان الحکمہ

ہوئے ہونگے۔ [1]

یہ وہ چند نکات تھے جو مجھ جیسے طالب علم کے لیے آیت سے ظاہر ہوئے ہیں۔ انسان قربان جائے ایسی کتاب کے جس کے ہر کلمہ میں ایک ایسا درس پوشیدہ ہے کہ جس کی تازگی اور شادابی کو زمین و زمان کی تبدیلی نہیں چھین سکتی ہے تاکہ اور بہتر انداز سے اس کتاب کو سمجھا جاسکے آپ سے گزارش ہے کہ ایک ایسی سطر لکھیں جس کے ہر کلمہ میں صحیح، منطقی اور ایک جاویدان نکات پوشیدہ ہوں جن سے رہتی دنیا تک استفادہ ہوتا رہے !!

×پروردگارا: تجھے قرآن کے ہر کلمہ کا واسطہ کہ ہمیں ہدایت کے بعد لغزشوں سے دوچار نہ فرما۔

----

(1) ۔ میزان الحکمہ

آیت نمبر 10

ِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ ِخْوَةٌ فَ ًصْلِحُوا بَيْنَ ًخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ-

ترجمہ:

مومنین آپس میں بالکل بھائی جیسے ہیں زا اپنے بھایوں کے درمیان اصلاح کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ شاید تم پر رحم کیا جائے۔

×اس آیت میں مومنین کے رابطے کو دو بھایوں کی مانند پیش کیا گیا ہے اور اس تعبیر میں بہت سے نکات پوشیدہ ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

ا : دو بھائی د شن کے مقابلے میں ایک دوسرے کے بازو ہوتے ہیں۔

ب: دو بھایوں کا رشتہ بہت ہرا ہوتا ہے۔

ج: آج کے دور میں آپس کے تعلق اور روابط کے لیے دوست ، ہم شہر، ہم وطن جیسے الفاظ استعمال یے جاتے ہیں۔ مگر اسلام نے اس رابطے کے اظہار کے لیے بھائی کا لف استعمال کیا ہے جوان سب سے زیادہ مفید اور ہرے معنی رکھتا ہے۔

د: دو بھایوں کی دوستی باہمی ہوتی ہے۔

ھ: حدیث میں دو دینی بھایوں کی دوستی کو دو ہاتھوں سے تشبیہ دی ی ہے جو ہاتھ د وتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ (1)

----

(1)۔ محجة ا بیضاء

× اس آیت میں اور اس سے قبل آیت میں مجموعی طور پر کلمہ "اُصلحوا" تین بار آیا ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اسلام صلح و آشتی پر کتنی توجہ دیتا ہے۔

× مسلمانوں کے آپس میں جھگڑنے سے تلخ حوادث رونما ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپس میں ناراضگی، سوءِ ظن، غلط پروپیگنڈا، انتقام جوئی، اور فتنہ و فساد زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید نے اِن آیات میں ان جملوں ۔ أصلحوا، أقسطوا، یحب المقسطین، اِخوة، اخویکم، اتّقوا، ترحمون، کے ذریعہ جنگوں سے حاصل شدہ زخموں پر مرہم رکھا ہے۔

پیغامات:

1۔ اخوت و برادری کا راز فقط ایمان میں پوشیدہ ہے ۔ (معاشی، سیاسی، قبائلی، جغرافیائی اور تاریخی مسائل کے ذریعہ لوگوں میں اخوت و برادری کی روح پیدا نہیں کی جاسکتی) (انّما المومنون الاخوة)

جان گرگان و سگان از ہم جدااست

متحد جان ھای شیران خدا است

ترجمہ :بھیڑیوں اور کتوں کا اتحاد ممکن نہیں البتہ خدا کے شیروں کا اتحاد ممکن ہے۔

2۔ اخوت و برادری کی بنیاد پر ایمان ہے اور زمان و مکان ، عمر اور پیشہ کی پابند نہیں ہے۔ (انّما المومنون الاخوة)

3۔ کوئی بھی اپنے آپ کو دوسرے پر برتر نہ سمجھے "اخوة" البتہ والدین اولاد پر

برتری رکھتے ہیں لیکن بھائیوں کے درمیان مساوات ہے۔

5۔ صلح و آشتی کے لیے محبت آمیز، نفسیاتی اور تعمیری گفتگو کرنی چاہیے۔ "اِخوۃ فَاصلِحُوا"

5۔ صلح و آشتی کرانا ہر مسلمان پر واجب ہے اور کسی خاص گروہ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ "فَاصلِحُوا"

6۔ صلح کرانے والا بھی دونوں گروہوں کا بھائی ہے۔ بینْ أخویکم

7۔ صلح و آشتی کرانے میں کچھ آفات بھی ہیں لہٰذا احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ "فاصلحوا--- واتقوا" (صلح و آشتی کرانے کی بعض آفات یہ ہیں۔ خودنمائی، توقع، ظلم و ستم اور احسان جتانا وغیرہ۔

8۔ ایسا معاشرہ جو جنگ و جدل میں مصروف ہوجائے رحمت خدا سے محروم رہتا ہے۔ "فاصلحوا --- واتقوا --- ترحمون"

9۔ صلح و صفائی رحمت الٰہی کے نزول کا پیش خیمہ ہے۔ "فاصلحوا --- ترحمون"

اخوت و برادری:

اسلام کے امتیازات میں سے ایک امتیاز یہ ہے کہ اصلاحات کا عمل جڑ سے شروع ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں ہے (انّ العزة للّٰہ جمیعًا) [1] تمام

----

(1)۔ سورہ مبارکہ یونس، آیت 65

عزت خدا کے لیے ہے پھر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا (کہ جب تمام عزت اللہ کے لیے ہے) پھر عزت کس خدا کے در پر جاتے ہو۔ یا پھر فرمایا: انّ القوۃ للّٰہ جمیعًا [1] تمام قدرت خدا کے لیے ہے۔ پھر نتیجہ کے طور پر فرمایا: کہ تو پھر ہر وقت کسی اور کے پیچھے کیوں لگے رہتے ہو؟ اس آیت میں بھی یہی فرمایا: سب مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں پھر فرمایا: تو اب جب کہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو تو پھر یہ لڑائی جھگڑا کس لیے؟ پس آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ پیار ومحبت سے رہو۔ اس لیے کہ فرد اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے پہلے فکری اور اعتقادی اصلاح ضروری ہے اُس کے بعد انسان کے کردار اور اس کی رفتار کی بات آتی ہے۔

× اخوت و برادری جیسے کلمات کا استعمال اسلام نے ہی کیا ہے۔ صدر اسلام میں پیغمبر اسلامﷺ سات سو چالیس افراد کے ہمراہ "نخلیہ" نامی علاقے میں موجود تھے کہ جبرائیل امین - نازل ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے درمیان اخوت و برادری کے رشتہ کو قائم کیا ہے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی اصحاب کے درمیان اخوت کے رشتہ کو قائم کیا اور ہر ایک کو اس کے ہم فکر کا بھائی بنادیا۔ مثلاً: ابوبکر کو عمر کا، عثمان کو عبدالرحمٰن کا، حمزہ کو زید بن حارث کا، ابو درداء کو بلال کا، جعفرطیار کو معاذ بن جبل کا، مقداد کو عمار کا، عائشہ کو حفصہ ، ام سلمہ کو صفیہ، اور خود پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت علی - کو اپنا بھائی بنایا۔ [2]

----

(1)۔سورہ مبارک بقرہ، آیت 165

(2)۔ بحارا لانوار، ج38، ص 335

جنگ اُحد میں پیغمبر اسلام ﷺ نے دو شہداء (عبداللہ بن عمر اور عمر بن جموع) جنکے درمیان اخوت و برادری کا عقد برقرار تھا کو ایک ہی قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ (1)

× نسبي برادری بالہآخر ایک دن ختم ہوجائے گی۔ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ (2) لیکن دینی برادری قیامت کے دن بھی برقرار رہے گی۔ اِخوانًا علی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ (3)

×اخوت و برادری با ایمان عورتوں کے درمیان بھی قائم ہے چنانچہ ایک مقام پر عورتوں کے درمیان بھی اخوت و برادری کی تعبیر موجود ہے۔ وَاِن كَانُوا اِخوَةً رِجَالاً و نِسآئً (4)

×اخوت و برادری صرف اللہ تعالی کے لیے ہو۔ اگر کوئی سی کے ساتھ دنیا کی خاطر اخوت و برادری کے رشتہ کو قائم کرے تو جو اس کی نظر میں ہے وہ اس سے محروم رہے گا۔ اس طرح کے برادر قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن نظر آئیں گے۔ (5)

اَلْاَخِلاَّئُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلاَّ الْمُتَّقِينَ - (6)

----

(1)۔ شرح ابن الحدید، ج15، ص 215؛ بحار الانوار، ج20، ص 121 (2)۔ سورہ مبارکہ مومنون، آیت 101

(3)۔ سورہ مبارکہ حجر، آیت 57 (5)۔ سورہ مبارکہ نساء، آیت 176

(5)۔ بحار، ج75، ص 167 (6)۔ سورہ مبارکہ زخرف، آیت 67

×برادری اور اخوت کی برقراری سے زیادہ اہم چیز برادر کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ روایات میں ایک شخص کی سرزنش کی گئی ہے جو اپنے برادر دینی کا خیال نہ رکھے اور اسے بھلا دے۔ یہاں تک ملتا ہے کہ اگر تمہارے برادران دینی نے تم سے قطع تعلق کرلیا ہے تو تم ان سے تعلق برقرار رکھو صِلْ مَنْ قَطَعَک (1)

روایات میں ہے کہ جن افراد سے قدیمی اور پرانا رشتہ اخوت و برادری قائم ہو ان پر زیادہ توجہ دو اگر کوئی لغزش نظر آئے تو اُسے برداشت کرو۔ اگر تم بے عیب دوستوں (برادران) کی تلاش میں رہو گے تو دوستوں کے بغیر رہ جاؤ گے۔ (2)

×روایات میں ہے کہ جو اپنے برادر کی مشکل حل کرے گا اس کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ یہاں تک ملتا ہے کہ جو اپنے دینی برادر کی ایک مشکل دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ایک لاکھ حاجات پوری کرے گا۔ (3)

×حضرت امام جعفر صادق - نے فرمایا: مومن ، مومن کا بھائی ہے ۔ دونوں ایک جسم کی مانند ہیں۔کہ اگر ایک حصے میں درد ہو تو دوسرا حصہ بھی اُسے محسوس کرتا ہے۔

(4) سعدی نے اس حدیث کو شعر کی صورت میں یوں بیان کیا ہے۔

بنی آدم اعضای یکدیگرند — کہ در آفرینش زیک گوہرند

چو عضوی بہ درد آورد روزگار — دگر عضوھا را نماند قرار

----

(1)۔ بحار ، ج78، ص 71 — (2)۔ میزان الحکمہ

(3)۔ میزان الحکمہ (اخوۃ) — (5)۔ اصول کافی، ج2، ص 133

تو کہ محنت دیگران بی غمی   نشاید کہ نامت نھند آدمی

ترجمہ: اولاد آدم ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں کیونکہ سب خاک سے پیدا ہوئے ہیں اگر کسی پر مشکل وقت آجائے تو دوسرونکو بھی بے قرار رہنا چاہیے۔

اگر تم دوسروں کی پریشانی اور محنت سے بے اعتنائی کرو تو شاید تمہیں کوئی انسان بھی نہ کہے۔

برادری کے حقوق:

× رسول خدا ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے اپنے مسلمان بھائی کی گردن پر تیس حق ہیں اور اسے ان تمام حقوق کو ادا کرنا ہوگا۔(جن میں سے پچیس حقوق درج ذیل ہیں)

1۔ عفو و درگزر   2۔ راز داری

3۔ خطاؤں کو نظر انداز کردینا   5۔ عذر قبول کرنا

5۔ بد اندیشوں سے اس کا دفاع کرنا   5۔ خیر خواہی کرنا

7۔ وعدہ کے مطابق عمل کرنا   8۔ عیادت کرنا

9۔ تشییع جنازہ میں شرکت کرنا   10۔ دعوت اور تحفہ قبول کرنا

11۔ اسکے تحفے کی جزا دینا   12۔ اسکی عطا کردہ چیزوں پر شکریہ ادا کرنا

13۔ اسکی مدد کے لیے کوشش کرنا   15۔ اسکی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا

15۔ اسکی حاجت روائی کرنا   16۔ اسکی مشکلات کو دور کرنے کے لیے سعی کرنا

17۔ اسکی گمشدہ چیز کو تلاش کرنا   18۔ اسے چھینک آئے تو اسکے لیے طلب رحمت

کرنا

19۔ اسکے سلام کا جواب دینا 20۔ اسکی بات کا احترام کرنا

21۔ اسکے لیے بہترین تحفہ کو پسند کرنا 22۔ اس کی قسم کو قبول کرنا

23۔ اسکے دوست کو دوست رکھنا اور اس سے دشمنی نہ رکھنا

25۔ مشکلات میں اسے تنہا نہ چھوڑنا

25۔ جو اپنے لیے پسند کرے وہی اس کے لیے پسند کرے [1]

ایک اور حدیث میں ہم پڑتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس آیت (اِنّما المومنون اخوۃ) کی تلاوت کے بعد فرمایا

مسلمانوں کا خون ایک ہے اگر عام لوگ بھی کوئی عہد و پیمان کریں تو سب کو اس کا پابند ہونا چاہیے۔ مثلاً اگر ایک عام مسلمان سی کو

پناہ یا امان

دے تو دوسرے کو بھی اس کا پابند ہونا چاہیے۔ سب مشترکہ دشمن کے مقابل اکھٹے ہوجائیں۔ وَھُمْ یَد علی مَن سَواھم۔ [2]

× حضرت علی - سے منقول ہے کہ آپ نے کمیل سے فرمایا: اے کمیل اگر تم اپنے بھائی کو دوست نہیں رکھتے تو پھر وہ

تمہارا بھائی نہیں ہے۔ [3]

انسان اپنے ایمان کامل کے ساتھ اولیاء خدا کے مدار تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔

سلْمٰان مِنا اھل البیت [4] سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے۔ جس طرح کفر کے

----

(1)۔ بحار، ج75، ص 236 (1)۔ تفسیر قمی، ج1، ص 73

(3)۔ تحف العقول ص 171 (5)۔ بحارالانور، ج10، ص 123

ہمراہ ہوکر اس مدار سے خارج ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرزند نوح کے بارے میں حضرت نوح - سے فرمایا: اِنّہ لَیسَ مِنْ أھلَکَ- وہ آپ کے اہل میں سے نہیں ہے۔[1]

بہترین بھائی:

×روایات میں بہترین بھائی کی یہ نشانیاں بیان کی ہیں۔

1۔ تمہارا بہترین بھائی وہ ہے جو تمہارا غمخوار اور ہمدرد ہو یہاں تک کہ سختی سے تمہیں خدا کی اطاعت کی طرف دعوت دے۔ تمہاری مشکلوں کو حل کرے۔ خدا کی خاطر تیرا دوست بنا ہو۔ اسکا عمل تیرے لیے سرمشق ہو۔ اسکی گفتگو تیرے عمل میں اضافہ کا باعث ہو۔ تیری کوتاہیوں کو نظر انداز کرے۔ اور تجھے خواہشات نفس میں گرفتار ہونے سے بچائے۔ اور اگر تجھ میں کوئی عیب دیکھے تو تجھے خبردار کرے۔ نماز کو اہمیت دے ۔ حیادار، امانت دار اور سچا ہو۔خوشحالی اور تنگ دستی میں تجھے نہ بھلائے۔[2]

صلح و آشتی قرآن کی روشنی میں:

ہم نے اس آیت میں پڑھا ہے کہ مومنین آپس میں بھائی ہیں لہٰذا ان میں صلح و آشتی کو قائم کریں اس مناسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں صلح و آشتی کے بارے میں کچھ

----

(1)۔سورہ مبارکہ ہود، آیہ 56

(2)۔ میزان الحکمہ

آشتی کو قائم کریں اں مناسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں صلح و آشتی کے بارے میں کچھ مطالب بیان کرتے ہیں۔

قرآن میں اں سلسلہ میں مختلف تعابیر آئی ہیں:

1۔ صلح "والصُّلح خَیر" [1] "وأصلِحوا ذات بینکم" [2]

2۔تالیف قلوب "فَألف بین قلوبکم" [3]

3۔توفیق "اِن یُریدا اصلاحًا یُوَفِّق اللّٰه بینهُمٰا" [4]

5۔ سِلم "أدخُلوا فِی السِّلم کافَّة" [5]

مندرجہ بالا تعبیر اس بات کی نشاندہی کررہی ہیں کہ اسلام صلح و آشتی ، پیار ومحبت اور خوشگوار زندگی کو بہت اہمیت دیتا ہے۔

صلح آشتی کی اہمیت:

مسلمانوں کی درمیان الفت اور محبت کو خداوند عالم کی نعمتوں میں شمار کیا ہے۔ "کنتم أعدا فَألَّفَ بین قلوبکم" [6]یاد کرو اس وقت کوکہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر خدا نے تمہارے درمیان پیار و محبت کو قائم کردیا۔ جیسا کہ قبیلہ اوس و خزرج کے درمیان ایک سو بیس سال سے جنگ و خونریزی چل رہی تھی اسلام نے ان

----

(1)۔ سور مبارکہ نساء، آیت 128 (2)۔سور مبارکہ انفال، آیت 1

(3)۔ سور مبارکہ آل عمران، آیت 103 (5)۔ سور مبارکہ نساء، آیت 35

(5)۔ سور مبارکہ بقرہ، آیت 208 (6)۔ سور مبارکہ آل عمران، آیت 103

کے درمیان صلح کرادی۔

صلح و آشتی کرانا عزت و آبرو کی زکات اور خدا کی رف سے رحمت اور بخ-ش کا س-بب ہے۔ "ان تُصلحوا و تتّقوا فانَّ اللّٰہ کان غفوراً رحیمًا" [1]جو بھی م لمانوں کے درمیان صلح و دوستی کا سبب بنے تو اُسے ج ائے خیر ملے گی۔

"وَمَن یَشفع شَفَاعةً حَسنةً یکن لَه نصیب منها" [2]

× لوگوں کے درمیان صلح و آشتی کرانے کے لیے اسلام کے خاص احکامات ہیں من جملہ۔

1۔جھوٹ جو گناہان کبیرہ میں سے ہے اگر صلح و آشتی کرانے کے لیے بولا جائے تو اسکا ک-وئی گن-اہ ن-ہیں ہے۔" لَا کِذْبَ علی المصْلح" [3]

2۔ سرگوشی ایک شیطانی عمل ہے جو دیکھنے والوں میں شک و شبہ پیدا کرتا ہے جس کی نہی کی گئی ہے لیکن اگر یہ سرگوشی صلح و آشتی کرانے کے لیے ہو تو کوئی گناہ نہیں ہے۔"لَا خَیرَ فی کثیر من نجواهم اِلّا مَنْ أمَرَ بِصدقةٍ أو معروفٍ او اصلاح بین الناس"[4]

3۔ اگرچہ قسم کو پورا کرنا واجب ہے لیکن اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ وہ م لمانوں کے درمیان صلح و آشتی کرانے کے س لے میں کوئی قدم نہ اٹھائے گا تو اس قسم کو توڑا جاسکتا

----

(1)۔ سور مبارکہ نساء، آیت 129 (2)۔ سور مبارکہ نساء، آیت 85

(3)۔بحارا الانوار،ج69، ص 252 (5)۔ سور مبارکہ نساء، آیت 115

ہے۔ "وَلا تجعلو اللّٰہ عرضَۃ لایمانکم ان --- تصلحوا بین الناس" (1)

ہم تفاسیر کی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے ایک صحابی کی بیٹی اور ان کے داماد میں اختلاف ہوگیا۔ لڑکی کے والد نے یہ قسم کھائی کہ وہ ان کے معاملے میں دخالت نہ کریگا۔ یہ آیت نازل ہوئی کہ قسم کو نیکی و پرہیز گاری اور اصلاح کے ترک کا وسیلہ قرار مت دو۔

5۔ اگرچہ وصیت پر عمل کرنا واجب اور اس کا ترک کرنا حرام ہے لیکن اگر وصیت پر عمل کرنا لوگوں کے درمیان کینہ اور کدورت کی زیادتی کا سبب ہو تو اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ وصیت پر عمل نہ کیا جائے تاکہ لوگوں کے درمیان پیار ومحبت اور بھائی چارہ کی فضا قائم رہے۔ "فَمن خَافَ مِن مُوصٍ و جُنفًا أو اِثمًا فاصلح بینھم فلا اثم علیہ" (2)

5۔ اگرچہ مسلمان کا خون محترم ہے لیکن اگر بعض افراد فتنہ، فساد کا باعث بنیں تو اسلام نے صلح و آشتی کے لیے انکے قتل کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ " فقاتلو الّتی تبغی" (3)

صلح و آشتی کے موانع:

قرآن و احادیث میں صلح و آشتی کے بہت سے موانع ذکر کیے گئے ہیں من جملہ۔

----

(1)۔ سورہ مبارکہ بقرہ، آیت 225

(2)۔ سورہ مبارکہ بقرہ، آیت 182

(3)۔سورہ مبارکہ حجرات، آیت 9

1۔ شیطان: قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔ ادخلوا فی السّلم کافّة ولا تتّبعوا خطوات الشیطان"[1] سب آپس میں پیار و محبت کے ساتھ رہو اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ انّما یُرید الشیطان أنْ یوقع بینکم العداوة والبغضائ"[2] شیطان تمہارے درمیان کینہ و کدورت پیدا کرنا چاہتا ہے۔

2۔ مال کی چاہت اور بخل۔" والصلح خیر و اُحضِرتِ الاَنفس الشُحّ" [3]اور صلح و دوستی بہتر ہے اگرچہ لوگ حرص و لالچ اور بخل کرتے ہیں۔

3۔ غرور و تکبر بھی کبھی کبھی صلح و آشتی کے لیے مانع ہے۔

قرآن میں نزول رحمت کے چند عوامل:

× اگر قرآن مجید کے "لعلکم ترحمون" کے جملوں پر نظر کریں تو نزول رحمت کے چند عوامل تک رسائی ممکن ہے۔

1۔ خدا، رسول ﷺ اور آسمانی کتب کی پیروی "واطیعو اللّٰہ والرسول--- " [4] "وھذا کتاب --- فاتبعوہ-- - لعلکم ترحمون" [5]

---

(1)۔ سور مبارکہ بقرہ، آیت 208

(2)۔ سور مبارکہ مائدہ، آیت 91

(3)۔ سور مبارکہ نساء، آیت 128

(5)۔ سور مبارکہ آل عمران، آیت 132

(5)۔سور مبارکہ انعام، آیت 155

2۔ نماز کا قائم کرنا اور زکات کا ادا کرنا۔ "اقیموا الصلوٰۃ واتو الزکاۃ--- لعلکم ترحمون" [1]

3۔ مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کرانا۔ "فاصلحوا--- لعلکم ترحمون"

5۔ استغفار اور توبہ۔ "لولا تستغفرون اللّٰہ لعلکم ترحمون" [2]

5۔ غور سے قرآن کی تلاوت سننا "واذ اقرأ القرآن فاستمعوا له --- لعلکم ترحمون" [3]

روایات میں نزول رحمت کے عوامل:

× معصومین کی روایات میں بھی نزول رحمت کے عوامل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

1۔ بیمار مومن کی عیادت کرنا: "مَن عَادَ مومِنًا خاض- الرَّحمة خوضًا" [4]

جو شخص بیمار مومن کی عیادت کے لیے جائے تو وہ شخص خدا کی مکمل رحمت کے زیر سایہ ہے۔

2۔ کمزور اور ناتوان افراد کی مدد کرنا۔ "اِرحموا ضُعفائکم واطلبوا الرحمة- ---،، [5]

----

(1)۔ سورہ مبارکہ نور، آیت 56 (2)۔ سورہ مبارکہ نمل، آیت 56

(3)۔ سورہ مبارکہ اعراف، آیت 205 (5)۔ وسائل الشیعہ، ج2، ص 515 (5)۔ مستدرک، ج9، ص 55

معاشی حوالے سے کمزور افراد پر رحم کرکے خدا کی رحمت کو طلب کرو۔

3۔ روایات میں کثیر العیال افراد کی زیادہ سے زیادہ مدد کرنے کو کہا گیا ہے خاص طور پر جن کی بیٹیاں زیادہ ہوں۔

5۔ دعاو نماز، نرمی سے پیش آنا اور اپنے برادر دینی سے مصافحہ اور معانقہ کرنا بھی نزول رحمت کے اسباب ہیں۔ [1]

5۔ لوگوں کی پریشانیوں کو دور کرنا۔ وہ افراد جو اپنی پریشانیوں کے حل کے لیے تمہارے پاس آئیں خدا کی رحمت میں انکی حاجت روائی کیے بغیر واپس نہ پلٹانا۔ [2]

----

(1)۔ وسائل الشیعہ، ج7، ص 31

(2)۔کافی، ج2، ص 206

آیت نمبر 11

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْم مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآئ مِّنْ نِسَآئٍ عَسٰى أنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّج وَلَا تَلْمِزُوْآ أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزوا بِالْأَلْقَابِط بِئسَ الِاسْمُ الفُسُوقُ بَعْدَ الِاْيْمَانِج وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰئِکَ هُمُ الظّٰلِمُونَ-

ترجمہ:

اے ایمان والو! خبر دار کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے کہ شاید کہ وہ اس سے بہتر ہو اور عورتوں کی بھی کوئی جماعت دوسری جماعت کا مسخرہ نہ کرے کہ شاید وہی عورتیں ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے بھی نہ دینا اور برے برے الفاظ سے بھی یاد نہ کرنا کہ ایمان کے بعد بدکاری کا نام ہی بہت برا ہے اور جو شخص بھی توبہ نہ کرے تو سمجھو کہ یہی لوگ درحقیقت ظامین ہیں۔

نکات:

O کلمہ "لَمْز" یعنی لوگوں کے سامنے ان کی عیب جوئی کرنا ، کلمہ "همز" کے معنی پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنا ہے [1] اور کلمہ "تَنَابز" کے معنی دوسروں کو برے القاب سے پکارنا ہے۔ [2]

----

(1)۔ کتاب العین (2)۔ لسان العرب

O گزشتہ آیت میں اخوت و برادری کے بارے میں بحث ہوئی اور اس آیت میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو اخوت و برادری کے راستہ میں رکاوٹ ہیں اور اس طرح ماقبل کی آیات میں لڑائی جھگڑے اور صلح و صفا کی بات تھی تو اس آیت میں بعض ایسے عوامل کا ذکر ہے جو لڑائی جھگڑے کاسبب بنتے ہیں جیسے مذاق اڑانا ، تحقیر کرنا اور برے القاب سے پکارناہے۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی برکات میں سے ایک معاشرہ کے ماحول کو پاک و پاکیزہ بنانا اور ایک دوسرے کا مذاق اڑانے نیز ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارنے سے روکنا ہے۔

پیغامات:

1۔ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اُسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بندگان خدا کا مذاق اڑائے ۔ "یاایُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا یَسْخَرُ"

2۔ جو شخص کسی کو لوگوں کی توہین کرنے سے روکنا چاہتا ہے تو اس کے رویے میں توہین آمیز پہلو نہ ہو۔ "یا ایُّھا الذّین امنُولَا یَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ " یہی نہیں فرمایا: لَا تَسْخَروا کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ تم مذاق اڑانے والے ہو۔

3۔ مذاق اڑانا، فتنہ و فساد، کینہ پروری اور دشمنی کی کنجی ہے "لا یَسْخَر قَوْمٌ---" برادری اور صلح و آشتی بیان کرنے کے بعد مذاق اڑانے سے منع کیا ہے۔

5۔ تبلیغ کا طریقہ کار یہ ہے کہ جہاں اہم مسئلہ بیان کرنا ہو یا مخاطبین میں ہر نوع کے افراد موجود ہوں تو وہاں مطالب کو ہر گروہ کے لیے تکرار کے ساتھ بیان کرنا

چاہیے۔ قومٍ من قومٍ وَلَا نِسَاء مِنْ نِسَآئٍ-

5۔ تربیت اور و و ز بحث کے دوران لوگوں میں سے تنہ و فساد کی جڑ کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے- (عسیٰ اَنْ یکونوا خیرا) مذاق اڑانے کی اصل وجہ اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھناہے۔ قرآن مجید اس معاملے کو جڑ سے ختم کرنا چاہتا ہے اس لیے فرماتا ہے: تمہیں اپنے آپ کو دوسروں سے برتر نہیں سمجھنا چاہیے شاید کہ وہ تم سے برتر ہوں۔

6۔ ہم لوگوں کے باطن سے بے خبر ہیں اس لیے ہمیں ظا ر بین، سطحی نظر اور فقط موجودہ حالات پر نگا نہیں کرنی چاہیے۔ (عسیٰ أَنْ يَكُونوا خَيْرًا---)

7۔ سب لوگ ایک جو ر سے ہیں اس لیے لوگوں کی برائی کرنا دراصل پنی برائی کرنا ہے ۔ "وَلَا تَلْمِزُو أَنْفُسكُم"

8۔ دوسروں کی عیب جوئی کرکے انہیں انتقام جوئی پر ابھارنا ہے تاکہ وہ بھی تمہارے عیب بیان کریںپس دوسروں کے عیب نقل کرنا در حقیقت اپنے عیوب کا انکشاف کرنا ہے(لَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُم)

9۔ مذاق اڑانا یک رفہ نہیں ہوتا ہے ممکن ہے کہ رف مقابل بھی دیر یا جلد آپ کا مذاق اڑانا شروع کردے۔ (و لَا تَنَابَزُوا سی کام کے دو رفہ انجام پانے کے لیے استعمال ہوتا ہے)

10۔ اگر سی کا مذاق اڑایا ہو یا اُسے برے نام سے پکارا ہو تو اس کے لیے توجہ کرنا ضروری ہے (من لم يَتُبْ فَأُولٰئِکَ هُمُ الظَّالِمُونَ) البتہ یہ توبہ فقط زبانی نہ ہو

بلکہ سی کو تحقیر کرنے کی توبہ یہ ہے کہ جس کی تحقیر کے ہے اس کی تکریم کرنا ہوگی سی حق کے چھپانے کی توبہ یہ ہوگی کے اس حق کو ظاہر کیا جائے (تابو و اصلحوا و بیّنوا) [1] فساد کرنے والے کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے امور میں اصلاح کرے (تَابُوا واصلحوا)

11۔ سی کا مذاق اڑانا در حقیقت اس کے احترام پر تجاوز کرنا ہے اگر مذاق اڑانے والا توبہ نہ کرے تو وہ ظالم ہے (فَأُولَئِکَ هُم الظَّالِمُونَ)

دوسروں کا مذاق اڑانا اور استہزاء کرنا:

O ظاہری طور پر استہزاء ایک گناہ دکھائی دیتا ہے لیکن درحقیقت وہ چند گناہوں کا مجموعہ ہے مثال کے طور پر مذاق اڑانے میں، تحقیر کرنا، ذلیل و خوار کرنا، سی کے عیوب ظاہر کرنا، اختلاف ایجاد کرنا، غیبت کرنا، کینہ توزی، فتنہ و فساد پھیلانا، انتقام جوئی کی طرف مائل کرنا، اور طعنہ زنی جیسے گناہ پوشیدہ ہیں۔

مذاق اڑانے کی وجوہات:

1۔ کبھی مذاق اڑانے کی وجہ مال و دولت ہے قرآن مجید میں ہے "ویل لِکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ن الَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّده "

[2] وائے ہو اس پر جو اُس مال و دولت کی خاطر جو اس نے جمع کر رکھی ہے پیٹھ پیچھے انسان کی برائی کرتا ہے۔

----

(1)۔ سورہ مبارکہ بقرہ 160

(2)۔ سورہ مبارکہ ہمزہ 1-2

2۔ کبھی استہزاء اور تمسخر کی وجہ علم اور مختلف ڈگریاں ہوتی ہیں قرآن مجید نے اس گروہ کے بارے میں فرمایا:" فَرِحُوا بِمَا عِنْدَ هُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤُونَ "[1]اپنے علم کی بناء پر ناز کرنے لگے ہیں اور جس چیز کی وجہ سے وہ مذاق اڑا رہے تھے اسی نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔

3۔ کبھی مذاق اڑانے کی وجہ جسمانی قوت و توانائی ہوتی ہے ۔ کفار کا کہنا تھا (مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً) [2] کون ہے جو ہم سے زیادہ قوی ہے۔

5۔ کبھی دوسروں کا مذاق اڑانے کی وجہ وہ القاب اور عناوین ہوتے ہیں جنہیں معاشرہ میں اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کفار ان غریب لوگوں کو جو انبیاء کا ساتھ دیتے تھے حقارت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے اور کہتے تھے: "مَا نَرَاکَ اتَّبَعکَ اِلّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرذِلْنَا" [3]

ہم آپ کے پیرو کاروں میں صرف پست اور ذلیل افراد ہی دیکھ رہے ہیں۔

5۔ کبھی مذاق اڑانے کی علت تفریح ہوتی ہے۔

6۔ کبھی مال و مقام کی حرص و لالچ کی وجہ سے تنقید تمسخر کی صورت اختیار کر لیتی ہے مثال کے طور پر ایک گروہ زکوۃ کی تقسیم بندی پر پیغمبر اسلام ﷺ کی عیب جوئی کرتا تھا۔

----

(1)۔ سورہ مبارکہ غافر 83

(2)۔ سورہ مبارکہ فصلت 15

(3)۔ سورہ مبارکہ ہود 27

قرآن مجید میں ارشاد ہوا: "وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُکَ فِي الصَّدَقاتِ فَاِنْ أُعْطُوا مِنْها رَضُوا وَ اِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْها اِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ" [1] اس تنقید کی وجہ طمع اور لالچ ہے کہ اگر ان زکوۃ میں سے تم خود ان کو دیدو تو یہ تم سے راضی ہوجاہیں گے لیکن اگر انہیں نہیں دو گے تو وہ آپ سے ناراض ہوکر عیب جوئی کریں گے۔

7۔ کبھی مذاق اڑانے کی وجہ جہل و نادانی ہے۔ جیسے جناب موسیٰ نے جب گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو بنی اسرائیل کہنے لگے کیا تم مذاق اڑا رہے ہو؟ جناب موسیٰ نے فرمایا: "أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الجَاهِلِيْنَ" [2] خدا کی پناہ جو میں جاہلوں میں سے ہوجاؤں۔یعنی مذاق اڑانے کی وجہ جہالت ہوتی ہے اور میں جاہل نہیں ہوں۔

نا چاہتے ہوئے تحقیر کرنا:

حضرت امام جعفر صادق نے ایک صحابی سے پوچھا اپنے مال کی زکوۃ کیسے دیتے ہو؟ اس نے کہا: فقراء میرے پاس آتے ہیں اور میں انہیں دے دیتا ہوں۔

امام نے فرمایا: آگاہ ہوجاؤتم نے انہیں ذلیل کیا ہے آئندہ ایسا نہ کرنا کیوں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے جو بھی میرے دوست کو ذلیل کرے گا گویا وہ مجھ سے جنگ کے لیے آمادہ ہے۔ [3]

----

(1)۔ سورہ مبارکہ توبہ 58

(2)۔ سورہ مبارکہ بقرہ 67

(3)۔مستدرک الوسائل ج/9، ص 105

تمسخر اور مذاق اُڑانے کے مراتب:

O جس کا مذاق اڑایا جارہا ہو وہ جس قدر مقدس ہوگا اس سے مذاق بھی اتنا ہی خطرناک ترہوگا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

"أ باللّٰه و آياتِهِ وَ رَسُولِهِ كنتم تَسْتَهْزِؤُنَ" (1)

کیا تم اللہ، قرآن اور رسول کا مذاق اڑا رہے ہو۔

O پیغمبر اسلام ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر سب مشرکین کو معاف کردیا سوائے ان لوگوں کے جن کا کام عیب جوئی اور مذاق اڑانا تھا۔

O حدیث میں ہے کہ مومن کو ذلیل کرنا خدا کے ساتھ اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ (2)

مذاق اڑانے کا انجام:

O آیات و روایات کی روشنی میں بری عاقبت مذاق اڑانے والوں کا انتظار کررہی ہے من جملہ:

ا : سورہ مطففین میں ہے کہ جو لوگ دنیا میں مومنین پر ہنستے تھے، انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے روز قیامت اہل جنت انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور ان پر ہنسیں گے۔ "فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا مِنَ

----

(1)۔ سورہ مبارکہ توبہ 65 (2)۔ وسائل الشیعہ ج/ 12،ص270

الکُفَّارِ یَضْحَکُونَ" [1]

ب: کبھی کبھی اڑانے والوں کو اس دنیا میں سزا مل جاتی ہے۔ " اِنْ تسخَرُوا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرو مِنکُمْ کما تَسْخَرُونَ" [2]

ج: قیامت کا دن مذاق اڑانے والوں کے لیے حیرت کا دن ہوگا "یَا حَسْرَةً عَلٰی العِبٰادَ مَا یَا تِیْھِمْ مِّنْ رَّسُولٍ اِلّا کَانُوا بِہٖ یَسْتَھْزِئُ ونَ" [3]

د: حدیث میں ہے کہ مذاق اڑانے والے کی جان کنی نہایت سخت ہوگی۔ "مَاتَ بِشَرّ مَیْتَہ" [4]

ھ: حضرت امام جعفر صادق - نے فرمایا: اگر کوئی شخص مومنین پر طعنہ زنی کرتا ہے یا انکی بات کو رد کرتا ہے تو گویا اس نے خدا کو رد کیا ہے۔ [5]

یاد داشت:

O رسول خدا ﷺ نے جہاں اور بہت سے کام انجام دیے وہاں ایک کام یہ کیا کہ لوگوں اور علاقوں کے وہ نام تبدیل کردیے جو برے مفاہیم رکھتے تھے [6] کیوں کہ برے نام لوگوں کی تحقیر اور تمسخر کا باعث بنتے تھے۔

O ایک روز جناب عقیل معاویہ کے پاس ے تو معاویہ نے آپ کی تحقیر کی غرض

----

(1)۔ سور مبارکہ مطففین 35 (2)۔ سور مبارکہ ہود 38

(3)۔ سور مبارکہ یس 30 (5)۔ بحار الانوار ج72 ص 155

(5)۔ وسائل الشیعہ ج13، ص 270 (6)۔ اسد الغابہ ج3، ص 76، ج5 ص362

سے کہا سلام ہو اُس پر جس کا چچا ابوہب ہے جس پر قرآن نے لعنت کی ہے تو جناب عقیل - نے فوراً جواب دیا سلام ہو اُس پر جس کی پھوپھی "حَمَّالة الحطب " ہے (یعنی ابوہب کی بیوی)۔[1]

----

(1)۔ بحارالانوار ج52، ص 112 و الغازات ج2 ص، 380

آیت نمبر 12

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا كثيراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثم وَّ لَا تَجَسَّسُوا وَ لَا يَغْتَبْ بَعْضُكمْ اَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يّٰاكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهتُمُوْهُط وَاتّقُوا اللّٰهَط اِنَّ اللّٰه تَوَّاب رَّحِيْم-

ترجمہ:

اے ایمان والو اکثر مانوں سے اجتناب کرو کہ بعض مان گناہ کا درجہ رکھتے ہیں اور خبردار ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کہ کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے یقینا تم اسے برا سمجھو گے تو اللہ سے ڈرو کہ بے شک اللہ بہت بڑا توبہ کا قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

نکات:

(1)۔ قرآن میں حسن ظن کی تاکید اور مسلمانوں کی نسبت سوء ظن سے روکا گیا ہے ۔۔ مثال کے طور پر سورہ نور میں ارشاد ہوتا ہے "لولا اِذسَمِعتُموہ ظَنَّ المومنونَ والمومنات بأَنْفِسِهم خيراً" [1] کیوں بعض باتوں کے بارے میں حسن ظن نہیں رکھتے؟

----

(1)۔ سورہ مبارکہ نور آیت 12

(2)۔ جس رح سے ان سور کی آیت نمبر نو میں امن و امان اور لوگوں کی جان کی حفاظت کی خا ر سرکش اور باغی سے مقابلے کے لیے تمام م لمانوں کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے ان رح اس آیت نے امن و امان اور م لمانوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کی خا ر سوء ظن، تجسس اور غیبت کو حرام قرار دیا ہے۔

(3)۔ آج دنیا کے سارے حقوق دان حقوق بشر کی باتیں کرتے ہیں لیکن اسلام ایے زاروں مسائل کو مورد توجہ قرار دیتا ہے جن سے یہ سب حقوق دان غافل ہیں جیسا کہ اسلام غیبت کو بھی حقوق بشر پر حملہ کرنے کے مترادف سمجھتا ہے غیبت کے علاوہ سی بھی گناہ کو درندگی سے تشبیہ نہیں دی ی ہے۔ ایسا سلوک تو بھیڑیا بھی بھیڑ کے ساتھ نہیں کرتا ہے۔

وَلَيْسَ الذِّئبُ يَاكل لَحْمَ ذِئبٍ وَيَاكُلُ بَعْضُنَا بَعْضًا عَيَانًا [1]

سوال: کیوں ایک لمحہ غیبت کرنے سے کئی سال کی عبادت ضائع ہوجاتی ہے کیا یہ سزا عادلانہ ہے؟

جواب: جس رح غیبت کرنے والا شخص ایک لمحے میں سالھا سال سے بنائی ی

----

(1)۔ اور بھیڑیا بھی بھیڑ کو نہیں کھاتا ۔ اور ہم میں سے بعض افراد بعض اوقات ایک دوسرے کا گوشت کھاتے ہیں۔

انسان کی عزت و آبرو کو ملیا میٹ کردیتا ہے۔ خداوند عالم بھی اس کی کئی سالوں کی عبادت کو ضائع کردیتا ہے اس بناء پر کئی سالوں کی عبادت کا برباد ہونا عدل کے مطابق ہے بلکہ عین عدل ہے۔

پیغامات:

1۔ ایمان ذمہ داری اور عمل وپیمان کے ہمراہ ہے جو بھی صاحب ایمان ہے اُسے چند اعمال سے دور رہنا چاہیے۔ "یا ایُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِجْتَنِبُوا--- " ایمان ، سوء ظن ، لوگوں کے کاموں میں تجسس اور ان کی غیبت کے ہمراہ سازگار نہیں ہے۔

2۔ حتمی گناہوں سے بچنے کے لیے احتمالی گناہوں سے دوری کرنی چاہیے (کیونکہ اکثر گمان گناہ ہیں ہمیں ہر بد گمانی سے دوری اختیار کرنی چاہیے) (اجتنبوا --- اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْم)

3۔ کسی بھی فرد کے بارے میں اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اُسے قابل اعتماد ، صحیح و سالم، کریم اور تمام عیوب سے مبرا سمجھو۔ (انّ بَعْضَ الظَنِّ اِثْم)

5۔ اسلامی معاشرہ میں لوگوں کے بارے میں سوء ظن نہ رکھا جائے اُن کے امور میں تجسس نہ کیا جائے۔ اور مجالس و محافل میں ان کی آبروریزی نہ کی جائے (بَعْضَ الظَنِّ اِثْم--- لاتَجَسَّسُوا ولا یغتب)

5۔ غیبت سے روکنے کے لیے ایسے تمام راستوں کو بند کردیا جائے جو غیبت کا پیش خیمہ بنتے ہیں(غیبت کا آغاز سوء ظن سے ہوتا ہے اس کے بعد تجسس اور پھرعیوب تلاش کرنے کے بعد غیبت کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے لہٰذا قرآن نے اسی ترتیب سے

منع فرمایا ہے) اجتنبوا کثیراً مِنَ الظَّنّ --- لا تجسسوا وَلَا یغتب-

6۔ گناہ اگرچہ ظا ری طور پر خوشگوار معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اسے باطنی اور روحانی نگاہ سے دیکھا جائے تو خباثت سے بھرپور اور قابل نفرت ہے (یأکُلَ لَحْمَ أَخِیْه مَیْتًا) (باطنی طورپر غیبت، مردار کا گوشت کھانے کے مترادف ہے سی بھی گناہ کے لیے اس رح کی تعبیر استعمال ٔیں کی ی ہے۔

7۔ برائی سے رونے کے لیے جذباتی تعبیرات سے استفادہ کرنا چاہیے۔ (لَا یَغْتَبْ --- أَیُحِبُّ أَحْدُکَمْ أَنْ یَاکُلَ لَحْمَ أَخِیْهِ)

8۔ تعلیم و تربیت کے لیے مثال اور واقعات سے استفادہ کرنا چاہیے۔

9۔ تعجب ہے اُن لوگوں پر جو دوسروں کی غیبت کرتے ہیں۔ (أَیُحِبُّ أَحدکَم---)

10۔ غیبت کرنا سب کے لیے حرام ہے اس میں سن و سال ، نسل اور مقام کی کوئی قید ٔیں ہے۔ (کلمہ "احدکم" میں چھوٹے بڑے ، مشہور اور منام، عالم اور جاہل، مرد اور عورت سب شامل ہیں)۔

11۔ صاحبان ایمان ایک دوسرے کے بھائی اور ہم خون ہیں۔ (لَحْمَ أَخِیْه)

12۔ انسان کی عزت و آبرو اس کے بدن کے گوشت کی مانند اُس کے استحکام کا ذریعہ ہے۔ (لَحْمَ أَخِیْهِ)

13۔ کافر کی غیبت کی جاسکتی ہے (کیونکہ کافر، ٘ لمان کا بھائی ٔیں ہے) ۔(لَحْمَ أَخِیْه)

15۔ جس طرح سے مردہ شخص اپنے دفاع کی قدرت نہیں رکھتا ہے اسی طرح سے وہ شخص بھی جس کی غیبت کی جارہی ہو نہ ہونے کی وجہ سے اپنے دفاع کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ (میتًا)

15۔ اگر زندہ کے بدن سے گوشت کا ٹکڑا جدا ہوجائے تو ممکن ہے کہ وہ جگہ پُر ہوجائے لیکن اگر مردہ سے گوشت کو جدا کرلیا جائے تو وہ جگہ اسی طرح خالی رہ جاتی ہے غیبت دراصل کسی کو بے آبرو کرنا ہے اور جب آبرو ہی چلی جائے تو پھر اس کا ازالہ نہیں ہوسکتا ہے۔ (لَحْمَ أَخِيْه ميتًا)

16۔ غیبت کرنا درندگی ہے۔ (یاکل لَحْمَ أَخِيْه ميتًا)

17۔ غیبت کرنا تقویٰ کے ساتھ سازگار نہیں رکھتا ہے۔ (لا يغتَبْ --- وَاتَّقُوا اللّٰهَ)

18۔ اسلام میں تعطل اور ناامیدی کا کوئی تصور نہیں ہے توبہ کے ذریعہ اپنے کیے ہوئے گناہ کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ (لايغتَبْ --- اِنّ اللّٰهَ تَوَّابُ رَحِيم)

19۔ خداوند متعال اپنی رحمت کے وسیلے سے عذر قبول کر لیتا ہے۔ (تَوَّابُ رَحِيم)

سوء ظن کی اقسام:

سوئے ظن کی کئی اقسام ہیں جن میں سے بعض کی ممانعت کی گئی ہے۔

1۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوء ظن رکھنا: حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص

اخراجات کے ڈر سے شادی نہں کرتا ہے تو درحقیقت وہ خداوند عالم کے بارے سوء ظن رکھتا ہے یعنی وہ یہ سوچتا ہے کہ اگر وہ تنہا رہے گا تب تو خدا اسے رزق دینے پر قادر ہے لیکن اگر بیوی ساتھ ہوگی تو خداوند اسے رزق دینے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ اللہ تعالی کے بارے میں اس قسم کا سوء ظن رکھنا منع ہے۔

2۔ لوگوں کے بارے میں سوء ظن رکھنا: جس کی اس آیت میں ممانعت کی ی ہے۔

3۔ اپنے بارے میں سوء ظن رکھنا: یہ قسم مورد ستائش ہے۔ انسان کو اپنے بارے میں حسن ظن نہیں رکھنا چاہیے کہ اپنے رکام کو بے عیب سمجھنے لگے۔ حضرت علی - نے (خطبہ ہمام میں) متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: متقین کے کمالات میں سے ایک کمال یہ ہے کہ وہ اپنے بارے میں سوء ظن رکھتے ہیں۔

جو لوگ اپنے آپ کو بے عیب سمجھتے ہیں دراصل ان کے علم و ایمان کا نور کم ہے اور نور کی کمی کے باعث انسان سی چیز کو نہیں دیکھ سکتا ہے مثال کے طور پر اگر آپ ٹارچ لے کر ایک ہال میں داخل ہوں تو اس سے فقط بڑی چیزیں ہی دیکھ پائیں گے لیکن اگر ٹارچ کی جگہ کوئی طاقتور لائٹ ہو تو اس وقت ماچس کا تنکا اور سگریٹ کی راکھ بھی ہال میں نظر آئے گی۔

جن لوگوں کے ایمان کا نور کم ہوتا ہے بڑے گناہوں کے علاوہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا ہے زا کبھی وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو سی کو قتل نہیں کیا ، ہم نے تو سی کے ھر کی دیوار نہیں پھلانگی! وہ فقط اس قسم کے کاموں کو گناہ سمجھتے ہیں لیکن اگر ان کے ایمان کا نور زیادہ ہو تو وہ پنی معمولی سے لغزشوں کو بھی دیکھ یں گے اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں نالہ و

فریاد کریں گے۔

آىمہ معصومین - کی مناجات اور بے حد گریہ کی ایک وجہ ان کی معرفت اور ایمان کا نور ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے بارے میں خوش بین ہو (اور اپنے افکار و کردار کے بارے میں سی قسم کا سوء ظن نہ رکھتا ہو) تو وہ کبھی بھی ترقی نہیں کرسکتا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ہمیشہ اپنے پیچھے کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ کتنا راستہ طے کرچکا ہے اور پھر اس پر غرور کرتا ہے لیکن اگر وہ سامنے کی طرف دیکھے کہ اس نے ابھی کتنا راستہ اور طے کرنا ہے تو جان لے گا کہ جو راستہ اس نے ابھی طے نہیں کیا وہ اس راستہ سے کئی گناہ زیادہ ہے جو وہ طے کرچکا ہے۔

جب ہم دیکھتے کہ قرآن پیغمبر اسلام ﷺ کو یہ حکم (قل رَبِّ ذدنی عِلْمًا [1]) دیتا ہے کہ حصول علم کے لیے میں کوشاں رہو اور پھر یہ حکم (شَاوِرْهُم فی الأَمْر [2]) کہ تم لوگوں سے مشورہ کرو اور یہ حکم کہ (فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ [3]) جیسے ہی اپنے کام سے فارغ ہوجاؤ تو نئے کام کو فوراً مکمل قدرت کے ساتھ انجام دو۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کے لیے ایسے دستور دیے ہیں تو کیا ہمیں زیب دیتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو فارغ التحصیل اور مشورہ کرنے سے بے نیاز سمجھیں۔ نیز اپنی ذمہ داری کو ختم سمجھیں اور اپنے بارے میں حسن ظن رکھیں؟ اس لیے کہ ہمیں اپنے بارے میں خوش بین اور حسن ظن نہیں رکھنا چاہیے۔ بلکہ لطف الٰہی اور لوگوں کی رفتار وکردار کے باریمیں حسن ظن رکھنا چاہیے۔

---

(1)۔ سور مبارکہ طہ آیت 115 (2)۔ سور مبارکہ آل عمران آیت 159 (3)۔ سور مبارکہ الم نشرح آیت 7

O اس نکتہ کی رف توجہ دینا ضروری ہے کہ حسن ظن سے مراد سادگی ، جلدی یقین کر لینا، سطحی فکر کرنا، سازشوں اور شرارتوں سے غفلت کرنا نہیں ہے۔ امت مسلمہ کو بھی حسن ظن کی خاطر بیجا غفلت نہیں کرنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بے جا غفلت کے نتیجہ میں دشمنوں کے جال میں پھنس جائیں۔

غیبت کسے کہتے ہیں؟

O غیبت سے مراد کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں ایسی بات کہنا کہ جس سے لوگ بے خبر ہوں اگر وہ شخص اُسے سنے تو ناراض ہو[1]۔ لہٰذا کسی کے سامنے اُس پر تنقید کرنا ، یا ایسے عیوب بیان کرنا جن سے لوگ باخبر ہوں یا جس کی غیبت ہورہی ہے وہ سنے تو ناراض نہ ہو تو پھر یہ غیبت نہیں ہوگی۔ کسی بھی فرد کی غیبت کرنا حرام ہے وہ مرد ہو یا عورت ، چھوٹا ہو یا بڑا، آشنا ہو یا بیگانہ، استا ہو یاشاگرد، باپ ہو یا بیٹا، مردہ ہو یا زندہ۔

O رسول خدا ﷺ نے فرمایا: مردوں کو کچھ نہ کہو جو مرگیا ہے اس کے بارے میں اچھی باتیں کرو۔ [2]

----

(1)۔ وسائل الشیعہ ج8 ، ص600۔ 605

(1)۔ نہج الفصاحہ، جملہ 265

غیبت روایات کی روشنی میں:

O حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: غیبت کرنے والا شخص اگر توبہ کرے جنت میں داخل ہونے والا آخری شخص ہوگا اور اگر توبہ نہ کرے تو دوزخ میں داخل ہونے والا پہلا شخص ہوگا۔[1]

O حضرت امام علی رضا نے حضرت امام زین العابدین - سے نقل فرمایا: اگر کوئی شخص مسلمانوں کی آبروریزی سے پرہیز کرے تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی لغزشوں کو نظر انداز کردے گا۔[2]

O پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: جو کسی مرد یا عورت کی غیبت کرے تو چالیس دن تک اس کی نماز اور روزہ قبول نہیں کیا جائے گا۔[3]

O پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جب بعض لوگوں کو اُن کا نامہ اعمال دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ ہمارے نیک اعمال کو درج کیوں نہیں کیا گیا ہے؟

اُن سے کہا جائے گا کہ خداوندعالم نہ کسی چیز کو کم کرتا ہے اور نہ اُسے فراموش کرتا ہے بلکہ تمہارے نیک اعمال غیبت کرنے کی وجہ سے ضائع اور برباد ہوئے ہیں ان کے

----

(1)۔ مستدرک ج9، ص 117

(2)۔بحار الانوار ج 72، ص 256

(3)۔ بحار الانوار ج 72، ص 258

مقابلے میں کچھ لوگ دیکھیں گے کہ ان کے نامہ اعمال میں بہت زیادہ نیک اعمال درج ہیں اور وہ یہ سوچیں گے یہ نامہ اعمال ان کا نہیں ہے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ جس نے تمہاری غیبت کی تھی اس کے نیک اعمال تمہارے نامہ اعمال میں درج کردیے گئے ہیں۔ (1)

O رسول خدا ﷺ نے مکہ کی طرف اپنے آخری سفر کے موقع پر فرمایا: تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت وآبرو اس طرح محترم ہے جس طرح یہ ذی الحجہ کا مہینہ اور ایام حج محترم ہیں(2)

Oروایات میں غیبت کرنے والے کا ذکر اس شخص کے ساتھ ہوا ہے جو ہمیشہ شراب پیتا ہے۔ تَحْرَمْ الجنّة عَلٰی المغتابِ ومُدْ مِن الخَمْر (3)

O روایات میں ہے کہ جو اپنے دینی بھائی کے عیوب تلاش کرے (اور انہیں دوسروں کو بتائے) تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب آشکار کردے گا۔ (4)

O پیغمبر اسلام ﷺ نے مدینہ میں اپنے آخری خطبہ کے دوران فرمایا: اگر کوئی غیبت کرے تو اُس کا روزہ باطل ہے (5) یعنی وہ شخص روزے کے معنوی آثار اور برکات سے محروم ہوجائے گا۔

----

(1)۔ بحار الانوار ج 72، ص 259 (2)۔ شرح نہج البلاغہ۔ ابن ابی الحدید ج9 ، ص62

(3)۔ بحار الانوار ج72، ص260 (غیبت کرنے والے اور مسلسل شراب پینے والے پر جنت حرام ہے)

(5)۔ محجۃ البیضاء ج5، ص252 (نقل از سنن ابی داؤد ج2، ص 568)(5)۔ محجۃ البیضاء ج5، ص255

O پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: سود کا ایک درہم چھتیس (36) زنا سے بدتر اور سب سے بڑا سود مسلمان کی عزت وآبرو سے کھیلنا ہے۔ (1)

O حدیث میں ہے کہ مسجد میں نماز باجماعت کے انتظار میں بیٹھنا عبادت ہے البتہ جب تک کہ ہم غیبت نہ کررہے ہوں۔ (2)

غیبت کا ازالہ:

O اگر ایسے شخص کی غیبت کی ہو جو اب دنیا سے جاچکا ہوتو اس کے ازالہ کے لیے توبہ کریں اور خدا سے عذر خواہی کریں بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

لیکن اگر وہ زندہ ہو اور اس چیز کا امکان ہو کہ اگر اس سے یہ کہا جائے کہ ہم نے تمہاری غیبت کی تو وہ ناراض ہوگا تو ایسی صورت میں (بعض مراجع تقلید کے مطابق (3)) اسے نہ بتایا جائے بلکہ اپنے اور اللہ کے درمیان توبہ کریں اور اگر غیبت سننے والوں تک رسائی ممکن ہوسکے تو ان کے سامنے اس کا ذکر خیر اور تعظیم و تکریم کے ذریعہ اپنی کی ہوئی غیبت کا ازالہ کریں اور اگر وہ شخص یہ بتانے سے کہ ہم نے تمہاری غیبت کی ہے ناراض نہ ہوتا ہو تو خود اُس سے عذر خواہی کرنی چاہیے۔

---

(1)۔ بحار الانوار ج72، ص 222 (2)۔ اصول کافی: ج2 ، ص357

(3)۔ میں نے حضرت آیت اللہ العظمیٰ گلپایگانی سے سوال کیا کہ کیا کی ہوئی غیبت کی عذر خواہی کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم لوگوں سے کہیں کہ ہم نے تمہاری غیبت کی ہے؟

آپ نے جواب دیا: نہیں ، اس لیے کہ اگر ہم اُن سے یہ کہیں گے کہ ہم نے تمہاری غیبت کی ہے تو وہ ناراض ہوجائے گا اور مسلمان کو ناراض کرنا خود ایک دوسرا گناہ ہے لہٰذا غیبت کا ازالہ استغفار سے کیا جائے اور ہر جگہ اس شخص سے جس کی غیبت کی ہو عذر خواہی کرنا ضروری نہیں۔

O شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے شرح تجرید میں پیغمبر اسلام ﷺ کی حدیث کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ جس کسی غیبت کی گئی ہو اگر اس نے اسے سن لیا ہو تو اس کے ازالہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے پاس جائے اور رسمی طور پر اس سے عذر خواہی کرے اور اگر اسے پتہ نہیں چلا ہے تو جب کبھی اس کا ذکر آئے تو اس کے لیے استغفار کریں۔ "اِنَّ کَفَّارَةَ الغِیْبَةِ أنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنْ اِغْتَبتَه' کُلَّما ذَکَرْتَه" (1)

وہ مقامات جہاں غیبت کرنا جائز ہے:

بعض مقامات پر غیبت کرنا جائز ہے ۔ وہ یہ ہیں:

1۔ مشورہ کے وقت: اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں ہم سے مشورہ کرنا چاہے تو اس کے عیب مشورہ کرنے والے کو بتا سکتے ہیں۔

2۔ باطل کو ردّ کرنے کیلیے: باطل عقیدے کو ردّ کرنے یا پھر ایسے اشخاص کی ردّ کرنے کے لیے جو ایسے عقیدے کے مالک ہوں اس ڈر سے کہ کہیں لوگ ان کے عقاید کی پیروی نہ کرنے لگیں۔ (غیبت کرنا جائز ہے)

3۔ قاضی کے پاس مجرم کے خلاف گواہی دیتے وقت: جس طرح بے جا دعوؤں کو ردّ کرنے کے لیے حقیقت کو بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔

----

(1)۔غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے جب بھی اس کا ذکر ہو اس کے لیے استغفار کریں۔

5۔ اس شخص کی گواہی ردّ کرنے کے لیے جو قابل اطمینان نہیں ہے۔

5۔ مظلومیت کے اظہار کے لیے، ظالم کے ظلم کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

6۔ جو شرم و حیاء کے بغیر آشکارہ طور پر گناہ کرتا ہے اس کی غیبت کی جاسکتی ہے۔

7۔ تقیہ یا بیہودہ دعوؤں کو ردّ کرنے کے لیے غیبت ہوسکتی ہے مثال کے طور پر اگر کوئی یہ کہے کہ میں مجتہد ہوں، میں ڈاکٹر ہوں میں سید ہوں اور ہم یہ جانتے ہوں کہ وہ ان صفات کا مالک نہیں ہے تو ہمارے لیے جائز ہے کہ لوگوں کو بتائیں کہ وہ ان صفات کا مالک نہیں ہے۔

غیبت کے خطرات:

O غیبت کرنے میں دوسرے کئی گناہ پوشیدہ ہیں۔

1۔ بدکاری کی اشاعت: لوگوں کی بدکاری کو نشر کرنا اتنا خطرناک ہے کہ فقط ان کا نشر کرنا ہی نہیں بلکہ اسے اچھا سمجھنا بھی دردناک عذاب کا باعث ہے۔ (1)

2۔ مومن کو ذلیل و خوار کرنا اور حقیر سمجھنا۔

3۔ چغل خوری

---

(1)۔أن الّذيْنَ يُحِبُّونَ أنْ تَشِيْعُ الفاحِشَةُ --- لَهُمْ عَذَاب أَلِيْم (سور نور آیت 19) جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ بدکاری کا چرچا پھیل جائے -- ان کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے۔

5۔جنگ و جدال اور تتنہ و فساد برپا کرنا

5۔ ظلم و ستم اور دوسرے گناہ۔۔۔

غیبت کی اقسام:

غیبت کبھی زبان سے ، کبھی اشارے سے کبھی تحریر سے، کبھی تصویر سے، کبھی شکل و مجسمہ سے، کبھی اس کی نقل اتارنے سے اور کبھی خاموشی کے ذریعہ ہوسکتی ہے۔مثال کے طور پر کہے کہ افسوس دین نے میری زبان روک رکھی ہے۔ اس جملے سے وہ سب کو سمجھانا چاہتا ہے کہ فلاں صاحب میں بہت عیب پائے جاتے ہیں۔ یا الحمد للہ کہہ کر یہ کہے کہ ہم اس مسئلہ میں گرفتار نہیں ہوتے اس جملے سے وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ فلان صاحب اس مسلے میں گرفتا ہیں۔ کبھی اپنے عیوب کے ذکر کے ذریعے یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ دوسرے میں عیب پائے جاتے ہیں مثال کے طور پر وہ یہ کہے کہ انسان ضعیف ہے ہم سب بے صبرے ہیں یعنی وہ ضعیف اور بے صبرے ہیں۔کبھی غیبت سننے کے بعد کہتے ہیں سبحان اللہ ، اللہ اکبر اس ذکر کے ذریعہ غیبت کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ وہ غیبت کو جاری رکھے اور کبھی زبان سے کہتے ہیں کہ غیبت نہ کریں لیکن دلی طور پر چاہتے ہیں کہ غیبت سنیں یہ نفاق ہے۔

غیبت کے آثار:

(الف) اخلاقی اور اجتماعی آثار۔

1۔ غیبت بغض و کینہ کے پیدا ہونے، اعتماد ختم ہوجانے ، اختلاف اور فتنہ و فساد کے پھیلنے، اور معاشرہ کے لیے مفید اور کارآمد افراد کے ایک طرف ہوجانے کا سبب بنتی ہے۔

2۔ گناہ کے لیے زیادہ جرأت پیدا ہوتی ہے جب ہی انسان یہ سمجھ لے کہ لوگ اس کے عیب اور بدکاری سے باخبر ہوئے ہیں اور وہ بے آبرو ہوچکا ہے تو اس میں گناہ کرنے کی جرأت زیادہ ہوجاتی ہے اور وہ گناہ نہ کرنے اور توبہ کرنے کا ارادہ ترک کردیتا ہے۔

3۔ لوگوں کے عیوب نشر کرنے سے اردگرد کا ماحول اور معاشرے کی فضا آلودہ ہوجاتی ہے اور دوسروں کی گناہ کرنے کی جرأت میں اضافہ ہوتا ہے۔

5۔ انتقام لینے کے جذبے کو تحریک ملتی ہے اس لیے کہ جب ہی اُسے جس کی غیبت ہوئی ہے یہ پتا چلتا ہے کہ اس کی آبرو ریزی کی گئی ہے تو وہ پھر اسی فکر میں رہتا ہے کہ اُسے کب موقع ملے اور وہ بھی غیبت کرنے والے کو بے آبرو کرے۔

5۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے آج ہمارا غیبت کرنا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ کل لوگ ہماری غیبت کریں "لَا تَغْتَبْ فَتَغْتَبْ "[1]

----

(1)۔غیبت نہ کرو ورنہ تمہاری غیبت بھی کی جائے گی۔ بحارالانوارج72، ص 259

جو اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود ہی اُس میں گرجاتا ہے۔

(ب)اُخروی آثار۔

1۔ غیبت کرنا، نیکیوں اور خوبیوں کی بربادی کا سبب ہے۔ [1]

2۔ غیبت کرنا عبادات کی قبولیت میں رکاوٹ ہے۔

3۔ غیبت کرنے سے انسان ولایت الٰہی کے دائرے سے خارج ہوکر دوسرے کی ولایت کے دائرے میں چلا جاتا ہے۔ [2]

غیبت کی وجوہات:

1۔ کبھی غیبت کی وجہ غیظ و غضب ہے۔بعض آسمانی کتابوں میں آیا ہے کہ (خدا فرماتا ہے اے بندے) اگر غیظ و غضب کے وقت تو مجھے یاد کرے اور اُسے نظر انداز کردے تو میں بھی غضب کے وقت تجھے یاد رکھوں گا اور غضب نہیں کروں گا۔ [3]

2۔ کبھی دوسروں کے ساتھ ہم محفل ہونا غیبت کا سبب بنتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ کچھ لوگ کسی کی بدگوئی کررہے ہیں تو ان کا ہم محفل ہونے کی خاطر خود بھی غیبت کرنے لگتا ہے جب کہ وہ اس چیز سے غافل ہے کہ فقط اپنے دوستوں کی نظروں میں محبوب ہونے کے احتمال کی خاطر خدا کے فوری اور یقینی غضب کو مول لے رہا ہے نیز اس نے لوگوں کی رضا کو اللہ کی رضا پر مقدم کیا ہے جو سب سے بڑا خسارہ ہے۔

----

(1)۔ بحار الانوار ج75، ص 257 (2)۔ اصول کافی ج3، ص 358

(3)۔ محجۃ البیضاء ج5، ص265

3۔ کبھی غیبت کی وجہ اپنے آپ کو بڑا ظا ر کرنا ہوتا ہے ۔ یعنی دوسروں کو پست کرنا تاکہ اپنی بڑائی ثابت کرسکے ایسا شخص بھی لوگوں کے نزدیک محبوب ہونے کی امید پر قہر الٰہی کو مول لیتا ہے اور یہ ایک نقصان دہ معاملہ ہے۔

5۔ کبھی غیبت کی وجہ دوسروں کا مذاق اڑانا ہے وہ اس سے غافل ہوتا ہے کہ وہ کچھ لوگوں کے سامنے کسی کی تحقیر کررہا ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت سب کے سامنے اس کی تحقیر کرے گا۔

5۔ کبھی تعجب کی صورت میں غیبت کرتا ہے مثال کے طور پر وہ کہتا ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ فلاں شخص اتنا علم اور معلومات رکھنے کے باوجود ایسا کیوں ہوگیا ہے جب کہ اُسے تعجب تو اس بات پر ہونا چاہیے کہ وہ کس طرح اس ایک جملے کے ذریعہ اپنی تمام عبادات کو تباہ و برباد کررہا ہے۔

6۔ کبھی غیبت کی وجہ حسد ہے۔

7۔ کبھی تفریحاً کسی کی غیبت کرتا ہے۔

8۔ کبھی اپنے آپ کو کسی عیب سے بری الذمہ کرکے اُسے دوسروں کی گردن پر ڈال کر غیبت کرتا ہے ۔

9۔ کبھی از راہ ہمدردی غیبت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کی طرف سے بہت پریشان ہوں جو اس مشکل میں پریشان ہے۔

البتہ غیبت کرنے کی اور بھی کئی ایک وجوہات ہیں۔

غیبت سننا:

O غیبت سننے والے کی ذمہ داری یہ ہے کہ غیبت نہ سنے اور مومن کا دفاع کرے۔ حدیث میں ہے۔ "السّاکِت' شَرِیْکُ القائل" اگر کوئی غیبت سنے اور اس پر خاموش رہے تو وہ شریک جرم ہے۔[1]

O پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: جو غیبت سننے کے بعد اسے رد کردے تو اللہ تعالیٰ شر کے ہزار در دنیا و آخرت میں اس پر بند کردے گا لیکن اگر خاموش رہا اور غیبت سنتا رہا تو جتنا گناہ غیبت کرنے والے کا تھا اتنا ہی گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔[2] اور اگر جس کی غیبت ہورہی تھی وہ اس کی مدد کرسکتا تھا اور مدد نہیں کی تو روز قیامت خدا اسے ذلیل و خوار کرے گا۔[3]

اس لیے کہ اس کی خاموشی کے باعث معاشرے کے مفید اور کار آمد افراد ایک طرف ہوجاہیں گے اور ان کا کوئی دفاع نہ کرسکے گا۔

O پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: اگر کسی مجلس میں کسی کی بدگوئی ہورہی ہو تو انہیں منع کرے اور وہاں سے چلا جائے۔[4]

O سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 36 میں ارشاد ہے : کان، آنکھ اور دل سے روز قیامت سوال کیا جائے گا اس بنا پر ہمیں ہر بات سننے کا حق حاصل نہیں ہے۔

----

(1)۔غرر الحکم (2)۔ وسائل الشیعہ ج8، ص608

(3)۔ وسائل الشیعہ ج8، ص606 (5)۔کنز العمال ج2، ص 80

O ایک روایت کے مطابق غیبت کرنا کفر، سننا اور اُس پر راضی رہنے کو شرک کہا گیا ہے۔ [(1)]

غیبت ترک کرنے کے طریقے:

1۔ غیبت کرنے کے خطرات اور اس کے منفی اثرات پر توجہ دیں (جن کے بارے گزشتہ صفحات پر بحث کی گئی ہے)

2۔ اپنے عیوب یاد رکھیں حضرت علی - نے فرمایا: کہ تم کس طرح لوگوں کے عیوب بیان کرتے ہو جب کہ خود اس جیسے یا اس سے بدتر گناہ کا ارتکاب کرچکے ہو اور اگر فرض کریں کہ تم میں کوئی عیب نہیں ہے تو تمہاری یہی جرأت کہ تم دوسروں کے عیوب اور بدکاری کو عام کررہے ہو ان کے عیوب سے بدتر ہے۔[(2)]

روایات میں ہے کہ خوش بخت ہے وہ شخص جس کے عیوب اُسے مشغول رکھتے ہیں (اور وہ اصلاح کی فکر میں رہتا ہے) اور لوگوں کے عیوب سے اُسے کوئی سروکار نہیں ہے۔[(3)]

یاد آوری:

غیبت کی بحث کے اختتام پر چند باتوں کی یاد آوری ضروری ہے:

1۔ غیبت کے حرام ہونے کا حکم فقط اس سورہ یا اس آیت میں نہیں بلکہ دیگر آیات

----

(1)۔ بحار الانوار ج72، ص 226 (2)۔ نہج البلاغہ۔خطبہ 150 (3)۔ بحار الانوار ج1، ص 191

میں بھی ہے مثلاً آیت "وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ" [1] وائے ہو ہر عیب جو اور بدگوئی کرنے والے پر ، اور آیت " لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الجَهْرَ بِالسُّوْءِ " [2] اللہ تعالی کو یہ پسند نہیں کہ لوگوں کی برائیوں کو عیاں کیا جائے۔ ان آیات سے بھی غیبت کے حرام ہونے کا پتہ چلتاہے۔

2۔ اگر غیبت عیب جوئی کی وجہ سے کی جائے تو حرام ہے لیکن اگر لوگوں کے عیب اصلاح کی خاطر بیان کیے جائیں تو پھر جائز ہے چاہے جس کے عیب بیان کیے جائیں وہ راضی نہ بھی ہو۔ مثال کے طور پر اگر ڈاکٹر کو مریض کی بیماری کی تفصیلات بتائی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے چاہے مریض راضی نہ بھی ہو۔

3۔ جس شخص کی غیبت ہورہی ہے اسے معین کریں لیکن اگر یوں کہیں کہ بعض لوگ یوں ہیں اور سننے والے ان بعض لوگوں کو نہ پہچان سکیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

5۔ کبھی غیبت تو نہیں ہوتی ہے لیکن بات تحقیر اور بدکاری کی اشاعت تک پہنچ جاتی ہے تو یہ بھی حرام ہے۔

---

(1)۔سورہ مبارکہ ہمزہ آیت 1 (2)۔ سورہ مبارکہ نساء آیت 158

آیت نمبر 13

يٰأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَ أُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ انَّ اللّٰهَ عَلِيْمٍ خَبِيْرٍ -

ترجمہ:

اے انسانو! ہم نے تمیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں قرار دیا ہے تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں خدا کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے اور اللہ ہر شے کا جاننے والا اور ہر بات سے باخبر ہے۔

نکات:

1۔ بعض مفسرین اس آیت کو ماقبل آیات سے مربوط سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مذاق اڑانا اور غیبت کرنا دراصل اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنا اور دوسروں کو حقیر سمجھناہے۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ برتری اور عزت کا معیار تقوی ہے اس آیت میں تین اہم اصولوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مساوات کا اصول ، اسلامی معاشرہ میں ایک دوسرے کی شناخت کا اصول اور تیسرا اصول یہ کہ تقوی برتری کا معیار ہے اگرچہ قرآن کی دوسری آیات میں برتری کے اور بھی معیار بیان ہوئے ہیں جیسے علم، ایمان میں سبقت، امانت داری، توانائی اور ہجرت وغیرہ۔

پیغامات:

1۔ مرد یا عورت ہونا ،فلاں قبیلے اور قوم سے ہونا باعث افتخار نہیں ہے۔کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں (جعلنا، خَلَقْنَا)

2۔ مخلوق میں جو فرق پایا جاتا ہے اُس میں حکمت ہے یہ ایک دوسرے کی پہچان کے لیے ہے نہ فخر و مباہات کے لیے۔ (لِتَعَارفُوا)

3۔ لوگوں کے نزدیک عزت وقتی اور عارضی ہے جب کہ خدا کے نزدیک عزت خاص اہمیت کی حامل ہے۔

5۔ باتقویٰ افراد کولوگوں سے توقعات نہیں رکھنی چاہیں کیونکہ ان کی عزت و بزرگی ایک معنوی مقام ہے جو خدا کے پاس ہے - (عند اللّٰہ)

5۔ قرآن مجید نسلی، گروہی، قومی قبائلی ، ملکی ، معاشی ، فکری، ثقافتی، اجتماعی اور فوجی حوالے سے برتری کے معیار کی نفی کرتے ہوئے فقط تقویٰ کو معیار قرار دیتا ہے۔ (انَّ اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم)

6۔ زیادہ کی خواہش اور اپنے آپ کو برتر دیکھنا انسانی فطرت ہے اسلام نے اس خواہش اور فطری تقاضے کے حصول کے لیے تقویٰ کے راستے کی نشاندہی کی ہے۔ (انَّ اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم)

7۔ جس نے پیدا کیا ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ نسل اور قبیلہ برتری کا معیار نہیں ہے اور لوگوں کے بنائے ہوئے برتری کے معیار لغو اور بیہودہ ہیں۔ (انَّ اکرمکم---اتقاکم--- علیم خبیر)

8۔ اپنے پرہیز گار اور متقی ہونے کا دعویٰ یا اس کا اظہار نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہم سب

کو خوب جانتا ہے۔ (علیم خبیر)

آیت نمبر 15

قَالَتِ الأَعْرابُ اٰمَنَّاط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَ لَمَّايَدْخُلِ الاِيْمَانُ فِىْ قُلُوبِكُمْط وَ اِنْ تُطِيْعُوْا اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ لَا يَلْتِكُمْ مِنْ أَعْمٰالِكُمْ شَيْئًاط اِنَّ اللّٰه غَفُور رَحِيم-

ترجمہ:

یہ بدو عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئیں ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں کہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے اور اگر تم اللہ اور رسول کی اطاعت کروگے تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔ کہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

نکات:

اعراب سے مراد بادیہ نشین تھے ان میں سے کچھ صاحبان ایمان تھے اسی لیے سورہ توبہ میں ان کی تعریف کی گئی ہے۔ (وَمِنَ الأَعْرابِ مَنْ يَوْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخر) [1] لیکن ان میں سے بعض خود کو اپنے مقام سے برتر سمجھتے اور باایمان ہونے کا دعوی کرتے تھے جب کہ عام سے مسلمان تھے۔

---

(1)۔سورہ مبارکہ توبہ آیت 99

پیغامات:

1۔ ر دعوے اور نعرہ پر کان نہ د ریں -(قَالَتِ الأَعْرابُ اٰمَنَّا)

2 بے جا دعوؤں کوروکیں۔ (قُلْ لَّمْ تُوْمِنُوا)

3۔ سب کو اپنی حدود میں رہنا چاہیے اوراپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش نہ کریں۔ (قُولُوا أَسْلَمْنٰا)

5۔ اسلام لانا ایک ظا ری مرحلہ ہے۔ لیکن ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے (فی قلوبکم)

5۔ کمال تک پہنچنے کا دعوی کرنے والوں کے ساتھ اس انداز میں بات کی جائے کہ وہ نا امید نہ ہوں۔ (وَ لَمَّایَدْخُلِ الاِیْمٰانُ فِیْ قُلُوبِکُم)

6۔ کمال تک پہنچنے کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ (وَ اِنْ تُطِیْعُوْا اللّٰہَ وَ رَسُولَہُ---)

7۔ پیغمبر ﷺ کی اطاعت کا ذکر خدا کی اطاعت کے ساتھ آیا ہے اور یہ چیز آپ کی عصمت کی علامت ہے لٰذا ہمیں بغیر چون و چرا آپ کی اطاعت کرنی چاہیے-(وَ اِنْ تُطِیْعُوْا اللّٰہَ وَ رَسُولَہُ)

8۔ اللہ تعالی عادل ہے اور وہ انسان کے اعمال کی جزاء میں سے ایک ذرہ بھی کم نہیں کریگا۔ (صحیح تدبیر اور انتظام یہ ہے کہ کسی کا ذرہ برابر بھی حق ضائع نہ ہو) (لَا یَلْتِکُمْ مِنْ أَعْمٰالِکُمْ شَیْئًا)

اسلام اور ایمان میں فرق:

1۔ ہرائی کا فرق۔

اسلام لاناایک ظا ر عمل ہے جب کہ ایمان قلبی لگاؤ کا نام ہے۔ حضرت امام جعفر صادق - نے اس آیت کی مناسبت سے فرمایا: "وَ مَنْ أَحْسَنَ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" (1) اہی رنگ، اسلام ہے۔ اور اس آیت " فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الوثقٰی " (2) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی مضبوط ر ن کو تھامنا ہی دراصل ایمان ہے۔ (3)

2۔ محرک میں فرق:

کبھی اسلام لانے میں محرک جان کی حفاظت یا مادی منافع کا حصول ہوتا ہے لیکن ایمان کا محرک ہمیشہ معنوی ہوتا ہے حضرت امام جعفر صادق - نے فرمایا: اسلام لانے سے انسان کا خون محفوظ ہوجاتا ہے مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے حلال ہوجاتے ہیں لیکن اخروی اجر قلبی ایمان کی بنیاد پر ہے۔ (4)

3-عمل میں فرق:

اسلام عمل کے بغیر ممکن ہے لیکن ایمان کے لیے عمل ضروری ہے ۔ جیسا کہ ہم حدیث میں پڑتے ہیں۔ "أَلْاِیْمَانُ اِقْرار عَمَل وَالْاِسْلَامُ اِقْرار بِلَاعَمَل" (5) اس بنا پر ایمان میں اسلام پوشیدہ ہے لیکن اسلام میں ایمان پوشیدہ ٔیں ہے ۔ ایک اور

----

(1)۔سور مبارکہ بقرہ آیت 138 (2)۔سور مبارکہ بقرہ آیت 256

(3)۔ اصول کافی ج2، ص 15 (5)۔ اصول کافی ج2، ص 25

(5)۔ اصول کافی ج2، ص 25

حدیث میں اسلام کو مسجد الحرام اور ایمان کو کعبہ سے تشبیہ دی ی ہے۔ [1] کعبہ مسجد الحرام کے درمیان واقع ہے لیکن مسجدالحرام کعبہ میں ُیں ہے۔

5۔ اجتماعی اور سیاں مسائل میں فرق:

حضرت امام جعفر صادق - سے سوال کیا گیا کہ اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے؟ آپ نے فرمایا: شہادتین کاکہنا ظاہر پر عمل کرنا جیسے نماز اور زکات وغیرہ یہ اسلام ہے لیکن ایمان وہ شہادت اور عمل ہے جو الہی رہبر کی شناخت کی بنیاد پر انجام دیا جائے۔ [2]

5۔ ر تبہ میں فرق:

ایک حدیث میں ہے: ایمان اسلام سے ایک درجہ بالاتر ہے اور تقوی ایمان سے ایک درجہ بالاتر ہے اور یقین تقوی سے ایک درجہ بالاتر ہے اور لوگوں میں یقین سے کمیاب چیز کوئی ُیں ہے۔ [3]

---

(1)۔ اصول کافی ج2، ص 52

(2)۔ اصول کافی ج2، ص 25

(3)۔ اصول کافی ج2، ص 51

آیت نمبر 15

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ ئَ امَنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِط أُوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ-

ترجمہ:

صاحبان ایمان صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے اور پھر کبھی شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوئے اور اس کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد بھی کیا درحقیقت یہی لوگ اپنے دعوی ایمان میں سچے ہیں۔

پیغامات:

1۔ قرآن مجید، کمال اور سعادت کے معیار (اِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكم) کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے نمونے بھی پیش کرتا ہے۔ (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ---)

2۔ پیغمبر اسلام ﷺ پر ایمان اللہ تعال پر ایمان لانے کے ساتھ ہے۔ (آمَنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ)

3۔ حقیقی ایمان کی علامت استقامت و پایداری اور اس میں عدم تردید کا پابند ہونا ہے۔ (ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا)

5۔ ایمان ایک باطنی امر ہے جس کی شناخت اس کے آثار کے ذریعہ ہوتی ہے۔ (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ --- جَاهَدُوا---)

5۔ عمل کے بغیر ایمان محض ایک دعویٰ ہے۔ (جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ ---)

بخیل اور بزدل کا ایمان حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔

6۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مال و جان سے راہ خدا میں جہاد کیا جائے۔(جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)

(جولوگ کچھ رقم دے کر محاذ پر جانے یا سی اور سخت کام کے انجام دینے سے بری الذمہ ہوجاتے ہیں وہ حقیقی مومن نہیں ہیں)۔

حقیقی مومن کی پہچان:

قرآن مجید میں چار آیات " انَّما الْمُومِنُونَ" کے جملے سے شروع ہوتی ہیں جن میں حقیقی مومن کی صفات کو بیان کیا گیاہے۔

1۔ انَّما الْمُومِنُونَ الَّذِينَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰياتُه زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔ (1)

یعنی حقیقی مومن تو فقط وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل لرزنے لگتے ہیں اور جب ان پر آیات الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ فقط اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

----

(1)۔ سور مبارکہ انفال آیت نمبر 2

1۔ انّما الْمُومِنُونَ الَّذِینَ ئَ امَنُوا باللّٰہِ وَرَسُولِہِ وَاِذَا کَانُوا مَعَہ' عَلٰی أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ یَذْھَبُوا حَتّٰی یَسْتَاذِنُوہ ۔۔۔ (1)

مومن فقط وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالی اور اس کے رسولﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب بھی سی اجتماعی کام کے لیے حضورﷺ کے ساتھ ہوں تو اجازت لیے بغیر وہاں سے نہیں جاتے۔

3،5۔ اں سورہ میں دوبار یہ جملہ آیا ہے ایک مرتبہ دسویں آیت میں " انَّما الْمُومِنُونَ اخوہ" اور دوسری مرتبہ اس آیت میں۔

اگر ہم ان چار آیات کو ایک ساتھ رکھیں تو سچے اور حقیقی مومن کو پہچان سکتے ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن مجید نے ارشاد فرمایا (اولئک ھُمُ الْمُومِنُونَ حَقًّا) (2) اور (اولئک ھُمُ الصَّادِقُونَ) نزا حقیقی مومن وہ ہیں جو ان مقامات کے حامل ہوں۔

1۔ ان کے دل یاد خدا سے ڈرتے ہیں (مال و مقام سے نہیں) (اذا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قلوبھم)

2۔ وہ ہمیشہ کمال اور سعادت کی راہ پر گامزن رہتے ہیں ان کے امور میں توقف نہیں ہے۔ وہ الٰہی پیغام کے پابند ، محبت کرنے والے، اور اس پر عمل پیرا ہیں۔ (وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ آیَاتِہِ زَادَتْھُمْ اِیْمَانا)

---

(1)۔ سور مبارکہ نور آیت نمبر 62 (2)۔ سور مبارکہ انفال آیت نمبر5، 75

ابتہ بعض لوگ پتھر کی مانند رک جاتے ہیں۔ (كَالحِجَارةِ) [1] بعض کی حرکت الٹی اور پیچھے کی سمت ہے۔ (آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا) [2] اور بعض اپنے ہی گرد چکر لگارہے ہیں۔ ان کی مثال اس جانور سے دی ی ہے جو چکی کے گرد چکر لگارہا ہو۔ [3]

3۔وہ فقط خدا پر بھروسہ کرتے ہیں (نہ کہ مشرق و مغرب کی قراردادوں پر۔۔۔) على رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ-

5۔ اجتماعی نظام میں الٰہی رہبر کے انتخاب کے بعد اس کے فرمان کے بغیر حرکت نہیں کرتے اور اس کے وفادار رہتے ہیں۔ اِذَا كَانُوا مَعَه' عَلَى امرٍ جَامع لم يَذْهَبُوا حتّٰى يَسْتَاذِنُوه'-

5۔ وہ خود کو دوسروں سے برتر نہیں سمجھتے اور سب کو اخوت و برادری کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (اِنَّما الْمُومِنُونَ اِخْوَة)

6۔ وہ پایدار ایمان کے مالک ہیں ان کا ایمان علم و عمل اور فطرت کی بنیاد پر استوار ہے میدان عمل میں وہ یقین کی منزل پر ہیں، غلط پروپیگنڈے ، زندگی کے نشیب و فراز انہیں مایوس نہیں کرتے اور نہ ہی وہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں-(ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا)

7۔ جب مکتب کے دفاع کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ مال و جان سے اس کا دفاع کرتے ہیں۔ (وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِم)

----

(1)۔ سور مبارکہ بقرہ آیت نمبر 75

(2)۔ سور مبارکہ نساء آیت نمبر 137

(3)۔ بحار الانوار ج1، ص 208

ایمان میں استقامت و پائیداری:

خود ایمان لانے سے زیادہ اہم اس میں استقامت اور پایداری ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس بات کو چند تعبیروں کے ذریعہ بیان کیا ہے۔

1۔ قَالُوا ربّنَا اللّهُ ثُمّ اسْتَقَامُوا [1] جن لوگوں نے ایمان میں استقامت کا مظاہرہ کیا۔

2۔ فَلَا تَمُوتُنَّ الّا و أنْتُمْ مُسْلِمُونَ [2] حضرت یعقوب - نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اس وقت تک دنیا سے نہ جانا جب تک واقعی مسلمان نہ ہوجاؤ۔

3۔ اِهْدِنَا الصِّراطَ الْمُستَقِيم۔ کے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ "پروردگارا ہمیں صراط مستقیم پر ہمیشہ قائم رکھ"۔

5۔ و تَوَفَّنَا مع الابرار۔ پروردگار جب مجھے موت آئے تو میں نیک اور صالح افراد میں سے ہوں۔ [3]

5۔ توفّنی مُسْلِمًا- [4] پروردگارا جب مجھے موت آئے تو میں تیرے سامنے سر تسلیم خم کرنے والوں میں سے ہوں۔

6۔ فَمُسْتَقَرّ و مُسْتَوْدِعُ [5] حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: اس آیت میں "فمستقر" سے مراد پایدار ایمان اور "مستودع" سے مراد عاریتاً ایمان ہے [6]

---

(1)۔ سورہ مبارکہ فصلت(حم سجدۃ) آیت نمبر 30 (2)۔ سورہ مبارکہ بقرہ آیت نمبر 132

(3)۔ سورہ مبارکہ آل عمران آیت نمبر 193 (5)۔ سورہ مبارکہ یوسف آیت نمبر 101

(5)۔ سورہ مبارکہ انعام آیت نمبر 98 (6)۔ میزان الحکمہ

ایمان میں استقا ت اور پائیداری کے عوامل:

چند عوامل ایمان میں استقامت اور پایداری کا سبب بنتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

1۔ تقوی: امام جعفر صادق - نے فرمایا: تقوی ایمان کو دل میں پایدار اور لاچ ایمان کو دل سے خارج کردیتا ہے۔ [1]

2۔ اللہ تعالی سے مدد طلب کرنا: جو چیز ایمان پر پایدار رہنے کے لیے ضروری ہے وہ اللہ تعالی سے مدد طلب کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالی فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ مومنین کو ان کے ایمان پر ثابت قدم رکھو۔ (اذْ یُوْحِی رَبُّکَ اِلی المَلاَئِکَةِ اِنّی مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الّذِیْنَ اٰمَنُوا) [2] ایک اور مقام پر پڑتے ہیں۔ وَ رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوبِهِمْ [3] اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کردیا تھا۔

3۔تاریخ سے واقفیت: تاریخ سے عبرت پکڑنا ایمان کی پایداری کا سبب بنتاہے ۔ وَکُلًّا نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤادَکَ [4] ہم انبیاء کے اہم واقعات کو آپ کے لیے بیان کریں گے تاکہ اس کے ذریعہ آپ کے دل کو استحکام و صلابت عطا کریں۔

----

(1)۔ میزان الحکمہ

(2)۔ سور مبارکہ انفال آیت نمبر 12

(3)۔ سور مبارکہ کہ آیت نمبر 15

(5)۔ سور مبارکہ ہود آیت نمبر 120

آیت نمبر 16

قُلْ أَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْط وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مٰا فِى السَّمَوٰاتِ وَمَا فِيْ الأَرضط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْ ءٍ عَلِيْم۔

ترجمہ:

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اپنے دین سے اللہ کو آگاہ کررہے ہو؟ حالانکہ اللہ آسمان اور زمین کی ہر شے سے باخبر ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نکات:

1۔ ایک گروہ قسم کھانے کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ سے کہنے لگا کہ ہم ایمان میں سچے ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالی ہر چیز سے باخبرہے۔

2۔ اولیاء اللہ کے سامنے حصول اطمینان اور اصلاح کی غرض سے اپنے عقاید کوپیش کرنا ایک پسندیدہ امر ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعظیم نے امام علی نقی - کے سامنے اپنے عقاید کو بیان کیا تھا لیکن اگر یہ کام دکھاوے اور ریاکاری کے لیے کیا جائے (جیسا کہ اس آیت کے مخاطبین نے کیا) تو قابل شرزنش اور لائق مذمت ہے۔

پیغامات:

1۔ پیغمبر ﷺ کے سامنے سی چیز کو ظا ر کرنا درحقیقت خدا کے سامنے ظا ر کرنا ہے۔

اگرچہ اس گروہ نے پیغمبر ﷺ کے سامنے (اپنے ایمان کو) ظا ر کیا تھا لیکن قرآن نے فرمایا: اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ---

2۔ جو خدا ر چیز سے باخبر ہو اس کے سامنے دعوے کرنا اور ظا ر کرنا مناسب نہیں ہے۔ (أَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ---وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ ---)

3۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف ر چیز کے وجود سے آگاہ ہے بلکہ اس کی خصوصیات سے بھی باخبر ہے۔ (يَعْلَمُ---بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ-) (ممکن ہے ایک اسٹور کیپر اسٹور کی تمام اشیاء سے آگاہ ہو لیکن ان کے اجزاء ترکیب اور اثرات سے بے خبر ہو۔)

آیت نمبر 17

يَمُنُّونَ عَلَيكَ أَنْ أَسْلَمُواط قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ اِسْلَا مَكُمْج بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدٰى كُمْ لِلْاِيمٰانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰادِقِيْنَ۔

ترجمہ:

یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان مت جتاؤ بلکہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ بتایا ہے اگر تم واقعاً دعوے ایمان میں سچے ہو۔

نکات:

1۔ بعض مسلمان (مانند طائفہ بنی اسد) اسلام لانے کے بعد اسے پیغمبر اسلام ﷺ پر احسان سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم جنگ اور خونریزی کے بغیر اسلام لائے ہیں لہٰذا آپ کو ہماری اہمیت اور قدر کا اندازہ ہونا چاہیے کہ اس آیت نے انہیں اس عمل سے روکا ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان کی نعمت کو اور سورہ آل عمران کی آیت نمبر 165 میں ارسال انبیاء کو اور سورہ قصص کی آیت نمبر 5 میں مستضعفین کی حکومت کو لوگوں پر احسان قرار دیا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اہم ترین نعمات ہدایت الٰہی ، معصوم کی رہبری اور حکومت برحق ہے۔

پیغامات:

1۔ اسلام کی طرف ہدایت اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اسلام قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ (بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ)

2۔ اللہ تعالیٰ کو ہمارے اسلام، ایمان اور عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ (لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ)

3۔ سچے ایمان کی علامت اللہ تعالیٰ کا احسان مند ہونا ہے نہ کہ اس پر احسان جتانا۔ (اِنْ كُنْتُمْ صٰادِقِيْنَ---لَا تَمُنُّوا --- بَلْ اللّٰهُ يَمُنُّ)جی ہاں حقیقی مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا مقروض نہ سمجھے۔

5۔ پیغمبر ﷺ پر احسان کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ پر احسان کرنا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام ﷺ پر احسان جتانے کا جواب اس انداز میں دیا کہ گویا خود اُس پر احسان جتایا گیا ہے۔) (يَمُنُّونَ عَلَيكَ--- بَلْ اللّٰهُ يَمُنّ---) اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کی حمایت کرتا ہے اور اسے ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے پیغمبر ﷺ پر کوئی احسان جتائے۔

5۔ تم اسلام لانے کو (اللہ اور پیغمبر پر) احسان سمجھتے ہو۔ (يَمُنُّونَ عَلَيكَ أَنْ أَسْلَمُوا) جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت کے ذریعہ بلند وبالا مقام عطا کیا ہے-(هدی كُمْ للاِيمٰان) اس نکتہ کے پیش نظر کہ ایمان کا مرحلہ اسلام سے بالاتر ہے۔

6۔ انسان کے کمال کا آخری مرحلہ حقیقی ایمان ہے (هَدٰى كُمْ لِلْاِيمٰان) فقط ظاہری اسلام نہیں کیونکہ

ظا ری طور پر تو منافق بھی اسلام کا اظہار کرتا ہے۔

آیت نمبر 18

إِنَّ اللّٰه يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِط وَاللّٰهُ بَصِيْرُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ o

ترجمہ:

بے شک اللہ تعالی آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بھی آگاہ ہے۔

پیغامات:

1۔دائرہ توحید میں معیار فضیلت ظا ری نام و نمود، احسان جتانا اور محض دعوے کرنا ُیں ہے۔ بلکہ قلبی خلوص معیار ہے اور اس معیار سے آگاہی صرف اس کی ذات سے مخصوص ہے (إِنَّ اللّٰه يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ) جی ہاں، وہ خدا جو عالم ہستی کی ر پوشیدہ چیز کو جانتا ہے کس رح ممکن ہے کہ ہمارے باطنی ایمان سے بے خبر ہو؟

2۔ اللہ تعالی کے علم اور بُ یرت پر ایمان رکھنا انسان کے تقوی کی ٔمانت ہے۔ (اگر ہم یہ جان یں کہ ر روزانہ ہماری حرکات و سکنات کی فلم بنائی جارہی ہے اور ساتھ ہی آواز بھی ریکارڈ ہورہی ہے تو پھر ہم اپنے کلمات اور حرکات پر زیادہ توجہ دیں گے)

3۔ اللہ تعالی کا علم بُ یرت کے ساتھ ہے یعنی اس کا علم ، اجمالی، سطحی، یک رفہ،

قابل تردید اور وقتی ٔ یں ہے۔

اِنَّ اللّٰه یَعْلَمُ---وَاللّٰهُ بَصِیْر ---

امید ہے کہ اللہ تعالی مصنٔ ، مترجم اور اس کار خیر میں حصہ یئے والوں اور اس کے پڑے والوں کو تلاوت، تدبر ، عمل اور تبلیغ کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العامین۔

تمت بالخیر۔ نسیم حیدر زیدی

قم امقدسہ